بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تذکرہ خیر و برکت

حضرت مولینا غلام حسین صاحب ہوشیارپوری
نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ

تاریخ وفات :- ذوالحجہ سنہ ۱۲۸۶ھ

مرتبہ

شیخ محمد عبد السلام صاحب ہوشیارپوری ناظم مدرسہ عربیہ اشاعت العلوم
جامع مسجد لائلپور

طابع و ناشر
شیخ احمد سعید
۳۳/A ماڈل ٹاؤن بہاولپور

قیمت فی جلد مع محصول ڈاک ۲ روپے ۵۰ پیسے

عزیز المطابع بہاولپور

فہرست مضامین

دعائے خیر و برکت[1]

از حضرت جامع شریعت و طریقت مولانا خیر محمد صاحب دامت برکاتہم
مجاز طریقت حضرت حکیم الامت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب قدس سرہٗ
تھانوی، حنفی، چشتی، نقشبندی، قادری، سہروردی

مکرمی و محترمی جناب مولوی عبدالسلام صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ و اعلیٰ[2] درجاتہٗ
السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ۔ اوراق پانزدہ[3] از جانب آنجناب کل موصول ہوئے۔ میں نے باوجود نقاہت کے کل ہی دیکھنے شروع کئے۔ سلف صالحین اور بزرگوں کا تذکرہ میں یہ روحانیت دلچسپی اور مزہ تھا کہ باوجود طبیعت کے مضمحل ہونے کے دو مجلسوں میں ختم کیا۔ میں کیا چیز ہوں کہ اس پر کچھ اظہار خیال کر سکوں کہ ہم تو مامور ہیں سلف صالحین، مشائخ عظام اور علمائے کرام کے اتباع کے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اتباع ان کا نصیب کرے اور نقش قدم پر چلنے کی توفیق دے اللہ تعالیٰ آپ کو بھی مزید توفیق دے کہ آپ تسبیب[4] خیر ہوں۔

والسلام
احقر خیر محمد عفی اللہ عنہٗ از ملتان
۱۰ شعبان المعظم ۱۳۸۵ھ

---

[1] یہ تذکرہ ایک علمی شخصیت کا ہے جو میدان روحانیت کے بھی شاہسوار تھے۔ اس لئے یہ ضروری ہوا کہ ایک شیخ وقت اور استاذ العلماء کی نگاہِ خیر سے بغرض اصلاح گذارا جائے۔ چنانچہ حضرت والا نے حرفاً حرفاً دیکھ کر رائے کا اظہار فرمایا فجزاہ اللہ احسن الجزاء۔

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

۱؎ تقریباً پچیس سال قبل حضرت دامت برکاتہم سے خادمانہ تعلق ہوا تھا۔ اس کے بعد سے اب تک یوماً فیوماً حضرت والا کی جلالت شان کا ادراک بڑھتا ہی گیا اور دوسری طرف اپنی ناکارگی کا احساس زیادہ ہی ہوتا گیا ان حالات میں حضرت کی طرف سے شفقت اور کرمفرمائی ہمیشہ ہی باعث ندامت رہی۔ اللہ کریم بزرگوں کے کرم کو اپنے رحم کا ذریعہ بنا دے

۲؎ مسودہ جو بھیجا گیا تھا وہ پندرہ ہی فل سکیپ اوراق پر مشتمل تھا۔ اب جو طبع ہو کر پیش خدمت ناظرین ہے۔

۳؎ تسبیب۔ سبب بننا۔ ذریعہ بننا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

حرفِ اوّل

مدت سے جی چاہتا تھا کہ حضرت جدِ امجد مولانا غلام حسین رحمۃ اللہ علیہ کے کچھ
لات اور ان کے خاندان کا ایک شجرہ[1] مرتب کر کے شائع کیا جائے۔ تاکہ اب
ہ حضرت کی وفات کو ایک صدی گزرنے پر ایک سال باقی ہے۔ اور اولاد کا
لسلہ چھٹی پشت تک پہنچ رہا ہے۔ خاندان کا پھیلاؤ اور متعدد شہروں میں
ل الگ رہائش سے ایک دوسرے کو بھولتے جا رہے ہیں تو ان سب کو اپنے
سلفِ کرام کا علم ہو جائے اور آپس کے تعلقات کی معلومات، محبت، و مودت کا
ذریعہ بنیں۔ اللہ کریم نے اپنے کلام پاک میں انساب اور تعلقاتِ سسرالی کو
اپنے انعامات سے شمار کیا ہے۔ چنانچہ پ ۱۹ سورۂ فرقان آیت ۵۴ میں ارشاد
باری تعالیٰ عزاسمہٗ ہے۔ وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ مِنَ الْمَاءِ بَشَرًا فَجَعَلَهُ نَسَبًا
وَصِهْرًا ۗ وَكَانَ رَبُّكَ قَدِيرًا ۔ ترجمہ = اور وہ (اللہ) ایسا ہے
جس نے پانی (نطفہ) سے آدمی کو پیدا کیا پھر اس کو خاندان والا اور سسرال والا بنایا
اور (اے مخاطب) تیرا پروردگار بڑی قدرت والا ہے۔

حدیث پاک میں حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔
امام ترمذی کی روایت ہے عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رض قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۔ تَعَلَّمُوا مِنْ أَنْسَابِكُمْ مَا تَصِلُونَ بِهِ أَرْحَامَكُمْ فَإِنَّ
صِلَةَ الرَّحِمِ مَحَبَّةٌ فِي الْأَهْلِ مَثْرَاةٌ فِي الْمَالِ مَنْسَأَةٌ فِي الْأَثَرِ ۔
(مشکوٰۃ شریف باب البر والصلۃ) (ترجمہ: اے مسلمانو! تم اپنے نسب کا اتنا علم

[1] الحمد للہ اب طبع ہو کر شائع ہو چکا ہے۔

سیکھ لیا کرو جس سے تم باہمی رشتہ داری کے تعلقات جوڑ لیا کرو گے (اور آپس میں حسن سلوک سے پیش آتے رہو گے) اس لیے کہ صلہ رحم (رشتہ داری کے تعلقات جوڑنا اور آپس میں حسن سلوک) خاندان میں محبت بڑھنے کا اور مال کی کثرت کا اور عمروں میں برکت دار ہونے کا ذریعہ ہے۔

تو یہ خواہش ابتک درجۂ تمنا ہی میں تھی کہ ناگاہ برادر مکرم شیخ احمد سعید صاحب کا گرامی نامہ صادر ہوا کہ اپنی معلومات ارسال کرو۔ تو ایک محترم بھائی کا حکم اپنی آرزو کی تکمیل کا ذریعہ بنا۔ لہٰذا اپنی معلومات کا مختصر سا مجموعہ حیطۂ تحریر میں لا کر پیش خدمت ہے۔

کاش! حالات کی اشاعت کا یہ کام والد مرحوم کے ہاتھوں ہو گیا ہوتا تو معلومات زیادہ مفصل اور مکمل مہیا ہوتیں۔ اب جو کچھ معلومات کا حصہ ہے وہ زیادہ تر اپنی ہی زبانی اور تحریری یادداشتوں پر مشتمل ہے۔ والد مرحوم کی اس سلسلہ میں کچھ معلومات تحریر جو کہ تاسیس پاکستان سے قبل ایک سلسلے میں حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ کی خدمت میں پیش کی گئی تھیں۔ مولانا موصوف جناب ڈاکٹر خلیل الرحمٰن دندان ساز مرحوم کے صاحبزادہ صوفی محمد اقبال حال مقیم مدینہ منورہ کی دعوت پر ۱۰ فروری ۱۹۴۷ء کو ہوشیارپور تشریف لائے تھے اور ۱۴ فروری کو واپس تشریف لے گئے تھے۔ سنہری مسجد میں جمعہ پڑھایا تھا اور وعظ بھی ارشاد کیا تھا۔ وہ کاغذات میرے پاس ہوتے تو کافی اعانت ہوتی۔ زندگی ناپائیدار کے پیش نظر آج سے بارہ تیرہ سال بیشتر اپنی معلومات کو قلمبند کر لیا تھا جو کہ اس وقت پیش نظر ہے۔ علاوہ ازیں کچھ والد مرحوم کے لکھے ہوئے متفرق شجرے اور ایک حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی قلمی تحریر بصورت "تملیک نامہ" ہے ا

لہ میرے [illegible] تایا زاد بھائی کے فرزند اکبر ہیں۔ مجھ سے قریباً ۱۰ برس عمر میں بڑے ہیں۔

حالات میں مختصر سی روداد اپنے عزیزوں کی خدمت میں حاضر ہے۔ امید ہے اس مختصر مجموعہ کو قبول فرمائیں گے ؎

در موسمِ گل گر بہ گلستاں نہ رسیدیم
از دست ندادیم تماشائے خزاں را

برادرِ محترم شیخ احمد سعید صاحب کا بہت ہی ممنون اور شکر گذار ہوں کہ ان کی تحریک ان واقعات کے جمع و ترتیب کا باعث بنی۔ سخت ناسپاسی ہو گی اگر اس سلسلہ میں اپنے حبیب مکرم جناب مولانا محمد رمضان شوق کا شکریہ ادا نہ کروں کہ انہوں نے اس ساری ترتیب اور تسوید میں بہت ہی اعانت فرمائی اور خود ان کا شوق بھی راہبر تھا کہ وہ خود بھی سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ سے منسلک اور صاحب اجازت ہیں۔ فجزاہ اللہ جزاء الحسنیٰ

والسلام

بندہ محمد عبد السلام ہوشیارپوری عفی عنہٗ

مولانا غلام حسین ہوشیارپوری

ادا شناسِ رموزِ سعادتِ دارین
امام زندہ دلاں مولوی غلام حسین
(گرامی مرحوم)

نام و نسب و لقب حضرت کا نام نامی مولانا غلام حسین ہوشیارپوری تھا لقب عبداللہ اور کنیت ابومحمد تھی۔ "مولوی ہوشیارپوری" عرف تھا۔ اپنے دستخط سے قبل لفظ "مسکین" لکھنے کا معمول تھا۔ والد کا نام شیخ شرف الدین تھا جو شیخ عبدالقادر بن شیخ فتح محمد کے صاحبزادے تھے۔ والد کا پیشہ تجارت تھا عام طور پر کپڑے کا کام کیا کرتے تھے۔ قومیت کا تعلق ککے زئی قبیلہ سے تھا۔ یہ برادری اپنی بعض خصوصیات میں ممتاز ہے۔ ان کا پھیلاؤ تقسیم ملک سے قبل پشاور سے لے کر نجیب آباد (انڈیا) تک تھا۔ اب تاسیس پاکستان کے بعد ضلع امرتسر، گورداسپور، ہوشیارپور، جالندھر، انبالہ وغیرہ کے حضرات تمام جگہوں پر پھیل گئے ہیں۔ ہر جگہ معزز و محترم ہیں۔ سول اور فوجی ملازمتیں ہوں یا تجارت اور کارخانہ داری، زراعت ہو یا صنعت و حرفت، علوم دینیہ کا میدان ہو یا علوم عصریہ کی جولانگاہ کوئی انجمن ہو یا سوسائٹی آپ ہر مقام پر ان کو بفضلہ تعالیٰ نمایاں پائیں گے۔

ولادت اور وطن حضرت کی ولادت اپنی خالہ کے ہاں موضع سلطان پور لودھی ریاست کپورتھلہ میں ہوئی اور وطن موضع ٹانڈہ[1] تحصیل دسوہہ ضلع ہوشیارپور

لہ انگریزی دور میں تعلیم یافتہ [illegible] مشہور تھا [illegible] سے کشمیر جانے والی سڑک کا اہم مقام [illegible]

(مشرقی پنجاب انڈیا) دینی علوم سے فراغت کے بعد ہوشیارپور شہر میں یا قدیم آبادی

اہمیت اس سے واضح ہے کہ حضرت شیخ عبدالنبی رحمۃ اللہ علیہ المتوطن قصبہ شام چوراسی ضلع ہوشیارپور کے خلیفہ مجاز حضرت خواجہ محمد شہریار صاحبؒ کی اقامت گاہ ہے حضرت شیخ عبدالنبیؒ اپنے زمانے کے بہت بڑے جلیل القدر شیخ تھے جن کا ذکر صاحب نزہۃ الخواطر نے اپنی کتاب مذکورہ کی چھٹی جلد صفحہ ۱۸۱ پر نہایت شاندار الفاظ کے ساتھ اس طرح کیا ہے

"الشیخ العارف الکبیر عبد النبی النقشبندی"

موصوف پہلے کھتری ہندو تھے۔ پھر شیخ عبدالوہاب قادریؒ کے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام ہوگئے۔ اس کے بعد حضرت مجدد الف ثانیؒ کے سلسلہ میں حضرت شیخ عبداللہ سلطان پوری سے اخذ فیض کیا۔ بعد ازاں حضرت موصوف کے حجاز مقدس تشریف لے جانے پر حضرت شیخ محمد طاہر صاحب عالم پوری سے تکمیل سلوک کی۔ سلسلہ تصوف و سلوک میں ان کا ایک نہایت عالی شان مکتوب حضرت امام ولی اللہ محدث دہلویؒ نے اپنی کتاب "الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ" میں نقل فرمایا ہے۔ آپ کی تاریخ وفات ۲۲ ربیع الاول ۱۱۲۶ھ ہے مزار شام چوراسی ضلع ہوشیارپور میں ہی ہے۔ حضرت خواجہ محمد شہریارؒ ان کے ایک روحانی وارث اور جانشین ہیں۔ حضرت خواجہ صاحبؒ کا اصل وطن لاہور تھا اور ان کو احمد شاہ ابدالی نے حق گوئی کی پاداش میں خارج البلد کر دیا تھا۔ اس کے بعد انہوں نے ٹانڈہ میں اقامت اختیار فرمائی۔ اسی وجہ سے کہ قصبہ مذکور کی ایک طرف تو ان کے مرشد شام چوراسی میں اقامت گزیں ہیں۔ اور دوسری طرف قریب ہی قصبہ عالم پور میں حضرت شیخ محمد طاہر صاحب دادا پیر کا وطن اور مدفن ہے۔ حضرت خواجہ صاحبؒ کی تاریخ وفات ۱۲ شوال [illegible]ھ ہے اور مزار ٹانڈہ میں واقع ہے۔

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

کے باہر گوریاں دروازہ گذر کر کھلی جگہ پر حویلی تعمیر فرمائی تھی جس کی ایک طرف زنانخانہ اور دوسری طرف مدرسہ تھا جس کا تفصیل ذکر آگے آئے گا۔ حضرت کے قیام کی وجہ سے محلہ کا نام بھی محلہ مولویاں ہو گیا تھا۔ اور مسجد کا نام بھی مسجد مولویاں ہوا۔

ابتدائی تعلیم اور ملازمت اس زمانے کے رواج کے مطابق اعلیٰ فارسی اور حساب کی تعلیم پوری کر کے حصول معاش کیلئے ملازمت اختیار کی۔ اس وقت پنجاب میں سکھوں کا دورِ تغلب تھا۔ امرت سر کے نواح میں ایک سکھ سردار کے ہاں ملازمت اختیار کی اور ایک مقررہ معمول کے مطابق ہر ششماہی پر گھر میں پارچات و نقد روپے بھیجتے رہے۔

تعلیم دین اور خدمت دین دوران ملازمت میں ایک دن اچانک منشی خانے کی چھت گر پڑی اور اللہ تعالیٰ کے خاص فضل سے آپ اس طرح محفوظ رہے کہ چھت کی لکڑیاں آپ کے سامنے دیوار کے ساتھ کھڑی ہو گئیں اسی حالت میں بحالت غنودگی حضرت شیخ عبدالنبی شامی رح کی زیارت نصیب ہوئی حضرت شیخ نے دریافت فرمایا کہ غلام حسین اگر بچ گیا تو کیا کریگا۔ عرض کیا کہ دین کی خدمت کرونگا اس کے بعد جب لوگوں نے ملبہ اٹھایا تو بفضلہ تعالیٰ حضرت بخیریت زندہ برآمد ہوئے۔ اور ایک سکھ دربان مرا ہوا پایا گیا بس فوراً ہی استعفا لکھا اور (سردار کے) گھر میں بھیج دیا۔ سکھ سردار کہیں باہر گیا ہوا تھا گھر والوں نے کہا کہ ان کے آنے تک ٹھہر جاؤ مگر منظور نہیں فرمایا۔ اور فوراً ہی چل پڑے۔ سواری کا گھوڑا فروخت کر دیا اور جالندھر وغیرہ کے مضافات میں پہنچکر علماء وقت سے علوم شرعیہ وعربیہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۸) حضرت خواجہ محمد شہریار رح کی اولاد میں سے میرے مخدوم و محترم مولانا حکیم عبدالخالق صاحب مرحوم مستند دارالعلوم دیوبند و خلیفہ مجاز حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رح چشتی نقشبندی سہروردی قادری تھے جن کے برادر خورد مولوی عبدالحق صاحب آج کل لائلپور میں قیام پذیر ہیں مولانا حکیم عبدالخالق صاحب کی تاریخ وفات ۲۷ صفر ۱۳۴۳ھ مطابق ۱۸ فروری ۱۹۲۵ء بروز اتوار ہے۔

کی تحصیل تکمیل میں مشغول ہوئے۔

افسوس کہ حضرت کے اساتذہ کے متعلق معلومات ہمارے پاس کہیں محفوظ نہیں صرف اتنی یادداشت ہے کہ ایک بزرگ حضرت کے کسی استاد کی اولاد میں سے ہوشیارپور والد مرحوم کے پاس تشریف لایا کرتے تھے اور والد صاحب بھی ان کو ملنے جایا کرتے تھے ان کا اسم گرامی مولوی مرید احمد تھا میں نے بھی ان کی زیارت کی ہے یہ ایک مدت تک کابل میں امیر عبدالرحمٰن کے شاہی خاندان کے بچوں کے استاد رہے ہیں۔ ہوشیارپور میں ان کی آمد جناب میاں علی محمد خان صاحب کے پاس ہوا کرتی تھی۔ میاں علی محمد خان جو اپنے نانا جناب محمد خان صاحب کے نواسہ اور سجادہ نشین ہیں یہ مولوی صاحب موصوف کے شاگرد ہیں۔

حضرت جد امجدؒ نے علوم عربیہ کی پوری تکمیل جو آٹھ دس سال میں ہوا کرتی ہے صرف پانچ برس میں ہی کر لی تھی۔ بعض اساتذہ نے اسباق کی زیادتی کی بنا پر عذر بھی کیا اس کا حل اس طرح کیا کہ چھوٹی کتابوں کے اسباق خود اپنے ذمہ لے کر اپنے سبقوں کے لیے استاد کے وقت کو فارغ کر لیا جو کہ اساتذہ کی خوشنودی کا باعث ہوا۔

جب تک تحصیل علوم سے فارغ نہیں ہو گئے نہ وطن تشریف لے گئے نہ ہی اپنے اہل کو رجحان کی اطلاع ہی دی۔ حالانکہ شادی بھی ہو چکی ہوئی تھی اور شیخ بھی تھے اپنی اس مشغولیت کو پردۂ خفا میں اس طرح رکھا کہ سواری کا جانور بیچ کر جو رقم حاصل کی تھی

میاں کلیم اللہ صاحب تشریف لائے ہوتے تھے اور حضرت جد امجد کے ہاں ہی قیام تھا چند روز قیام کے بعد جب واپسی کا ارادہ ہوا تو مشایعت کیلئے حضرت جد امجد اور سب اہل مدرسہ شہر سے باہر ٹانڈہ کی سڑک پر دور تک تشریف لے گئے بوقت رخصت مولانا غلام حسین صاحب نے حضرت میاں جی کلیم اللہ صاحب سے بیعت ثانی کر لی

---

[1] یہ بزرگ حضرت خواجہ محمد شہریار کے نواسہ تھے۔ خواجہ محمد شہریار کی دو صاحبزادیاں تھیں ایک حضرت میاں کلیم اللہ صاحب کی والدہ اور دوسری حضرت مولانا غلام رسول صاحب کے گھر میں تھی۔ مولانا غلام رسول صاحب اپنے زمانے کے ایک بڑے عالم اور مصنف تھے ان کا تالیف کردہ ایک مختصر رسالہ جو حضرت خواجہ آدم بنوری کی تعلیمات پر مشتمل تھا راقم الحروف نے تقسیم پاکستان سے قبل فروری ۱۹۴۵ء میں مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کو دیا تھا جبکہ وہ ہوشیارپور تشریف لائے ہوئے تھے۔

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

سلوک کی اجازت طلب کی اور خوشی اجازت مرحمت فرمائی گئی۔ واپسی پر مولانا نے سب ساتھیوں کو مدرسہ واپس کر دیا اور خود چھاؤنی کی طرف تشریف لے گئے۔ چھاؤنی کے قریب پہنچے تو افسر فوج نے جو پیشتر سے حضرت کی حالات قدر کا واقف تھا استقبال کیا اور اعزاز کیا تھ بٹھایا حضرت ادب کی رعایت رکھتے ہوئے ایک طرف کو بیٹھ گئے۔ قریب ہی ایک اور بزرگ تشریف فرما تھے معلوم ہوا کہ یہی بزرگ ہیں جو باہر سے تشریف لائے ہوئے ہیں۔ یہ بزرگ حضرت خواجہ محمد شریف قندھاری تھے کسی مسئلے پر گفتگو شروع ہوئی۔ دوران کلام میں خواجہ صاحب نے فرمایا کہ "کانٹ خیر" غلام حسین تم مجھے منکر ہو۔ لفظ "کانٹ خیر" حضرت خواجہ صاحب کا تکیہ کلام تھا حضرت نے یہ سن کر خواجہ صاحب کی جوتیاں سر پر رکھ لیں جس سے خواجہ صاحب کی خوشنودی حاصل ہوئی۔ اور درخواست بیعت

59

حضرت میاں کریم اللہ صاحب بہت بڑے صاحب الدعوات اور صاحب استغراق و کیفیات بزرگ تھے ان کے اس سلسلے کے دو واقعات عرض ہیں۔ ایک مرتبہ کسی شخص نے کچھ بیر پیش کیے۔ کھانے کے بعد دریافت فرمایا کہ کس بیری کے ہیں۔ عرض کیا کہ یہ جو آپ کے صحن میں کھڑی ہے۔ تعجب سے کہا کہ یہاں بیری کب ہے۔

دوسرا واقعہ حکیم عبدالخالق صاحب مرحوم نے بیان فرمایا تھا کہ ایک مرتبہ کشمیر کو جاتے ہوئے راجہ رنجیت سنگھ کا ادھر سے گذر ہوا۔ ٹانڈہ کے پڑاؤ پر کسی نے بتلایا کہ یہاں ایک ایسے بزرگ ہیں اس نے ملنے کی خواہش ظاہر کی اور ملاقات کے لئے تشریف لانے کے لئے پیغام بھیجا۔ حضرت نے جواب دیا کہ میں تو کہیں جایا نہیں کرتا سوائے نماز جمعہ کے یا اپنے پیروؤں کے اعزا ت پر حاضری کے اس پیغام کو سن کر راجہ رنجیت سنگھ نے کہا کہ ہم خود ملیں گے۔

چنانچہ روانگی کے وقت فیلبان سے کہا کہ اس طرف چلو حضرت کو اطلاع ہوئی کہ راجہ رنجیت سنگھ خود ملاقات کے لئے آ رہا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس طرح دعا کی کہ "یا اللہ میں کسی کافر کا منہ دیکھنا نہیں چاہتا" اتنے میں ہاتھی گلی کے موڑ پر آ گیا۔ فیلبان نے عرض کیا کہ گلی تنگ ہے ہاتھی نہیں جا سکتا۔ اتر کر جانا ہوگا۔ بس چند قدم ہی کا فاصلہ تھا کہ راجہ نے کہا: چلو تو ہاتھی موڑ لو۔ پھر ملیں گے۔

تو چنینی خواہی خدا خواہد چنیں

میدہد یزداں مراد [illegible]

حضرت میاں کریم اللہ صاحب کا یہ کمال میں نے بھی دیکھا ہے۔

از صفحہ ۷

اس کو محفوظ رکھا اور حسب معمول سابق وقت معینہ پر مقررہ مقدار میں نقد و پارچات گھر
گھر بھیجتے رہے گھر والے یہ سمجھتے رہے کہ معاش میں مشغول ہیں اور مطمئن رہے۔

الغرض تحصیل علوم سے فارغ ہو کر جب وطن تشریف لے گئے طالب علمانہ و
درویشانہ شان تھی اور طلبار بھی ساتھ تھے۔ گھر پہنچے اور والدین نیز اعزا و اقربا
کو علم ہوا تو اس طرح دنیا سے الگ ہو جاتے اور دنیاوی منافع اور مرفع الحالی
کے بظاہر عدم حصول سے ایک گونہ افسوس ہوا کہ ایک ہی بیٹا تھا ہمارے کام کا
نہ رہا حضرت اپنے والدین کے اکلوتے فرزند تھے صرف دو بہنیں اور تھیں۔

یہاں یہ بات عرض کرنے کو جی چاہتا ہے۔ ایک وہ زمانہ تھا جبکہ دین کا علم اور
دینی خدمت کی مشغولیت دنیاوی منافع سے قطع نظر کر کے محض حصول رضائے حق
کے لئے کی جاتی تھی تو اس کے برکات و ثمرات بھی اللہ کریم بے انتہا عطا فرماتے تھے
اکثر دینی خدمت میں مشغول اکابر دنیاوی پریشانیوں سے محفوظ رہتے تھے اور اعزاز
و اکرام بھی وہ نصیب ہوتا تھا جو آجکل باید و شاید ہی کہیں نظر آتا ہے اور ایک یہ
ہمارا زمانہ ہے کہ جس میں طلب دین کرنے والوں میں شاید ہی کہیں کوئی ہو جس کی نظر دنیا پر
پر نہ ہو۔ ورنہ دنیا طلبی پہلے پیش نظر ہوتی ہے لا محالہ اس کے ثمرات و برکات بھی
ایسے ہی ہوتے ہیں۔ ہاں حضرت کی خلوص نیت کا ثمرہ اعزاز و اقبال بھی والدین کی

لہ اعزہ و اقربا کے افسوس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ حضرت کے دو خالہ زاد بھائی انور شاہ
اور منور شاہ پہلے سے خالص فقیری اختیار کر چکے تھے اور ان کا قیام لاہور میں تھا جن کے مزارات
اب بھی لنڈے بازار کے قریب ہیں بڑے بڑے نواب ان کے ہاں آیا کرتے تھے۔ ان کے ایک چھوٹے
بھائی دنیادار اور صاحب اولاد تھے ان کی اولاد سے یا خاندان میں سے اہلیہ بابو معراج الدین
صاحب گھڑی ساز ہیں۔ بابو معراج الدین صاحب میرے رشتہ کے ماموں ہیں۔ شیخ شجاع الدین مرحوم

بقیہ حاشیہ آگے صفحہ ۹

زندگی میں نصیب ہوا اور وہ ہر طرح مطمئن دنیا سے تشریف لے گئے حسب ہدایت والد صاحب مرحوم ہوشیارپور ہی کے قبرستان شاہ کندن شاہ بخاری میں مدفون ہوئے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما۔

غرضیکہ وطن پہنچ کر علم دین کی تعلیم میں خالصتاً لوجہ اللہ مشغول ہو گئے پھر معلوم نہیں کہ کن اسباب کی بنا پر ہوشیارپور منتقل ہوئے۔ ہوشیارپور جب تشریف لانا ہوا تو پہلا قیام شہری مسجد کے قریب کسی چھوٹے سے مکان میں ہوا جو اتنا مختصر تھا کہ خود مسجد ہی میں سوتے تھے تہجد کے وقت جب ضروریات کیلئے گھر تشریف لاتے اور بیت الخلاء کے لئے مکان کی چھت پر چڑھتے تو سیڑھیوں میں یہ دعا فرماتے ۔اے اللہ بیر کامل اور مکان وافر عطا فرما" چنانچہ دونوں دعائیں بطریق احسن قبول ہوئیں۔

تعمیر مکان تعمیر مکان کی صورت یہ ہوئی کہ ایک مرتبہ "حضرت" شہر سے باہر طلبہ کو سبق پڑھا رہے تھے کہ نواب امام الدین خان مرحوم المتوفی ۱۸۵۹ء کا ادھر سے گذر ہوا اور انہوں نے دیکھا تو معلوم ہوا کہ اپنی ہی برادری کے عالم دین و بزرگ ہیں۔ چنانچہ انہوں نے اپنی مملوکہ اراضی میں حسب منشاء حویلی تعمیر کرنے کے لئے اراضی نذر پیش کی۔ چنانچہ بہت بڑی حویلی تعمیر ہو گئی۔ جس کے ایک طرف خوب کھلا زنانخانہ تعمیر ہوا اور دوسری جانب مدرسہ۔ درمیان میں بڑی ڈیوڑھی تھی جس کے اوپر کی چھت پر کتب خانہ اور نشستگاہ خاص تھی اس کے چوبارے کے آثار میں نے بھی اپنے بچپن میں دیکھے ہیں یہاں یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ کشمیر میں ڈوگرہ راج سے پہلے جناب شیخ غلام محی الدین صاحب مرحوم المتوفی ۱۸۴۵ء اور ان کے بعد ان کے فرزند نواب امام الدین خان صاحب مرحوم صوبیدار رہتے جو ہماری برادری کے تھے۔ صوبیداری کے زمانے میں انگریزوں سے مقابلہ بھی کیا۔ اور پھر لاہور میں قیام اختیار کیا * حضرت" جب لاہور تشریف

بقیہ حاشیہ ص ۔۔۔ اور شیخ محمد دین بیرسٹر مرحوم کے چچازاد بھائی ہیں۔

۴

لے جاتے تو اسی خاندان کے ہاں مہمان ہوتے۔ آگے چل کر جہاں بھی لاہور کے ذکر میں لفظ "نواب صاحب" آئے گا۔ اس سے مراد اسی خاندان کے سربراہ ہوں گے۔ نواب امام الدین خان مرحوم کے صاحبزادے نواب غلام محبوب سبحانی المتوفی ۱۹۰۳ء فارسی کے صاحب دیوان شاعر ہوئے ہیں میں نے ان کا مطبوعہ دیوان اپنے گھر میں ہوشیار پور دیکھا ہے نواب امام الدین کے دوسرے بھائی شیخ فیروز الدین المتوفی ۱۸۸۰ء ہوئے ہیں۔ جن کے صاحبزادے خان بہادر میاں نصیر الدین صاحب المتوفی ۱۹۲۰ء ہوئے ہیں۔ ان کی اہلیہ خان صاحب شیخ فضل محمد تحصیلدار ساکن "ہزدو خان پور" نزد ہوشیار پور کی حقیقی ہمشیرہ تھی۔ ان کے صاحبزادے میاں ریاض الدین احمد المتوفی ۱۹۳۴ء اور پوتے نواب غیاث الدین احمد المتوفی ۱۹۶۳ء اور میاں جی معین الدین ہیں۔ میاں جی معین الدین پاکستان کے بڑے سی۔ ایس۔ پی اوفیسر ہیں۔ ان ہی کی الیکشن کمشنری کے زیر انتظام پاکستان کے موجودہ صدارتی اور مرکزی وصوبجاتی اسمبلیوں کے انتخابات ہوئے ہیں۔

بیعتِ طریقت

پیر کامل کی ملاقات کی صورت یہ ہوئی۔ ایک مرتبہ معلوم ہوا کہ کوئی بزرگ شہر کے قریب چھاؤنی[1] میں تشریف لائے ہوئے ہیں۔ اسی زمانے میں ٹانڈہ سے حضرت کے خاندانی پیر حضرت میاں کلیم اللہ صاحب

---

[1] اُس زمانے میں ہوشیار پور چھاؤنی بھی تھی جس کو "نکے دان" کی چھاؤنی کہا جاتا تھا جو شہر کے باہر مشہور "جھڑی" درختوں کا ایک جنگل ہے کے پاس ہوتی تھی۔

[2]

(صفحہ ۷ سطر ۱۷ ملاحظہ ہو)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حلیہ اقدس حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم

در نظم ہندی

از حضرت مولینا غلام حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ

اول حمد ربے نوں آکھاں جس پیدا کیتا رسول — ساری خلقت ناوں سوہنا اللہ دا مقبول

اوہ خاص حبیب خدا دا آہا نوری ناری خاکی — سب طفیل اسے دے آئے اس رتبہ لولاکی

شکل شمائل اسدی ساری آکھی مول نہ جاوے — پڑھو اصحاباں ظاہر کیتا کجھ مسکین آپ سناوے

جو کجھ لکھیا وچہ شمائل کرساں اوہ بیان — مطلب سناں حدیثاں والا ہندی وچہ زبان

قد میانہ حضرت آہا نہ لمبا نہ چھوٹا — جسم مبارک برکت والا نہ ماڑا نہ موٹا

سر سردار بزرگ نبی دا جندی سب سرداری — برکت اس مبارک سر دی امت سب تاری

کنڈل دار جو بال نبی دے نہ چھتے نہ تاراں — اوہ کناں یا تیک کنوتی یا موڈھیاں پہنچن یاراں

یا موڈھیاں کناں وچہ پہنچن سوہنے بال سوہاندے — فرق ہوندا تاں رکھدے حضرت نہیں تاں نہ رکھدے

کنکے وناں رنگ نبی دا گورا سرخی مائل — روشن مکھڑا دسدا آہا عاشق اسدے گھائل

چندوں سوہنا منہ مبارک برکت نال دسے — نہ اوہ گول نہ لمبا چپیا کجھ گردائش دسے

متھا چوڑا خوب کشادہ بھواں باریک سہاون — ....

وچہ سفیدی ڈوڈے آہے بہت سفیدی دکھیں — پلکاں بہت دراز سہاون ایہہ سب چیتے رکھیں

نک دراز باریک اچیرا اس تھیں نور دمکے — کہے نہ جان اچیرا وچوں، کون انہاں ول تکے

داڑھی خوب نبی دی آہی بہت سہاوے صورت — گردن صاف سفید جو حضرت جیویں چاندی دی مورت

سینہ چوڑا خوب کشادہ دو مونڈھیاں وچہ دُوری | دو شانیاں دے وچہ درازی ایتھے ہیں جان ضروری
مُہر نبوت دو شانیاں وچہ واہ واہ خوب لگائی | ختم نبوت ان پر ہوئی اس پچھے نبی نہ کائی
پیٹا پیٹ تے اکثر گوشت بن بالوں نورانی | سب پیدائش اس دی پوری اسدا کوئی نہ ثانی
قدم مبارک وچوں ہیٹھوں زمیوں خوب اُچیرے | . . . .
اوٹی نازک گوشت تھوڑا اس پر بہت سہاوے | میں قربان اس نشاں دے اُپر جس پر قدم ٹکاوے
قوت نال جو پیر اٹھاون نال آرامے جاون | بہت شتابی چال نبی دی جیویں اچیوں نیویں آون
اچیلیں نیویں ٹردے حضرت کرن سلام اگیتا | نیچی نظر زمین ول کیتی امر حقیں کر چیتا
نال گوشے اکھیں تکیں بڑی نظر نبی دی آہی | جس ول ویکھن سارا ویکھن نہ کردے بے پروائی
جو ویکھیا اس ول باری ہیبت نال ڈریندے | جس ویلے بہے واقف ہوندے دوست بہت رکھیندے
پر آپ غلام حسین بچارا کس باغے دی مولی | جو عربی تے ہندی کندا حلیہ پاک رسولی
نال حدیثاں ثابت ہویا آخر وچہ شمائل | جیتوں کوئی مصیبت ہووے دل ہووے اس گھائل
جس نوں ہووے سو ویکھے مشکل حل کریندا | کل بلا مصیبت کولوں اسنوں جا چھڑیندا
نالے جمع حدیثاں ہویاں اس وچہ شک نہ کائی | وہ ویکھے جو اسدا بھائی مشکل رہے نہ کائی
یا اللہ تو سچا اللہ تیرے باجھ نہ کائی | میں جھوٹی میں اوگنہاری غفلت عمر گنوائی
رحمت بھیج نبی دے اوپر نالے اسدیاں یاراں | ہر چمکارے دے وچہ ربا تیں تھیں رحمت باراں
اسیں راضی ہاں ربا میں تھیں جو کچھ توں فرمایا | جے توں راضی ہیں ربا ہم پر جو منگیا سو پایا
برکت صورت پاک نبی دی جس تھیں میں قرباناں | بخش مینوں تے مائیے میرے ہور سبھا مسلماناں
مینوں بخش تے ہر مومن نوں روز قیامت تائیں | نال سلامت ساتوں ربا حضرت پاس پہنچائیں

بحق لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

نوٹ۔

ص۷ سے لیکر ص۹ تک کتابت کی غلطی سے کچھ پیراگراف آگے پیچھے ہو گئے ہیں۔ صفحے بڑھانے کی وجہ سے درمیان میں حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارک بھی آگیا ہے۔ معذرت قبول فرمائیں

فقط

ع۔س

بھی منظور ہوئی بیعت کے بعد خواجہ صاحب ساتھ ہی مدرسہ تشریف لے آئے اور پھر مدت العمر وہیں رہے۔ خواجہ صاحب کے حالات میں راقم الحروف کا ایک مفصل مضمون رسالہ دارالعلوم دیوبند بابت ستمبر ۱۹۶۲ء میں شائع ہو چکا ہے۔ یہاں مختصراً کچھ عرض کرتا ہوں حضرت خواجہ صاحب کی قیامگاہ وہ حجرہ تھا جو گی کے اختتام پر انقلاب پاکستان تک محفوظ و مصئون تھا خواجہ صاحب نے اپنے وصال کے قریب تمام موجودہ خلفاء اور مریدین کو حکم دیا تھا کہ میرے بعد میرے جانشین مولوی غلام حسین ہونگے میرے سامنے ان سے تجدید بیعت کرو من جملہ ان حضرات کے حضرت حاجی[1] محمود صاحب جالندھری بھی تھے۔ وصال کے قریب مشکوٰۃ شریف منگوا کر (حضرت خواجہ صاحب نے) مولانا غلام حسین صاحب کو فرمایا کہ مجھے پڑھاؤ۔ انھوں نے عذر کیا کہ آپ فاضل اجل واقف اسرار شریعت و طریقت ہیں میں کیا پڑھاؤں خواجہ صاحب نے فرمایا کہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ جو شخص طلب علم میں مرے وہ شہید مرتا ہے میں اس فضیلت کو حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ چنانچہ اس ارشاد کے بعد طالبانہ طرز پر ہی کچھ حصہ مشکوٰۃ شریف کا پڑھا گیا۔ خواجہ صاحب نے وصیت فرمائی کہ اگر ممکن ہو تو میری قبر سرہند شریف بنائی جائے چنانچہ بعون اللہ تعالیٰ اس کا انتظام ہو گیا اور تابوت اقدس کو سرہند لیجایا گیا اور اپنے مشائخ کے قدموں میں آرام فرما ہوئے آپ کی اکیلی قبر کچی چاردیواری کے اندر حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پاک اور مسجد شریف کے درمیان ہے۔ حضرت خواجہ صاحب کی روحانی تربیت اور حصول نسبت نقشبندیہ حضرت خواجہ احمد سعید صاحب دہلوی کے ذریعہ ہوئی ان ہی سے بیعت تھے اور ان ہی سے خلافت کا حصول ہوا

---

[1] حضرت حاجی محمود صاحب جالندھری کے متوسلین میں سے پہلے جو بزرگ مرجع انام بنے وہ حضرت خواجہ قادر بخش صاحب رح ساکن جہان خیل نزد ہوشیارپور تھے۔ دوسرے بزرگ حضرت خواجہ قادر بخش صاحب کے بڑے صاحبزادے حضرت میاں عبدالخالق صاحب تھے۔ میاں عبدالخالق صاحب اپنے والد کی وفات کے وقت بالکل چھوٹے بچے تھے۔ پھر بہ والدہ پڑھنے پر اول علوم ظاہری کی تکمیل کی اس کے بعد اپنے والد کے پیر و مرشد ہی کے فیضان سے منازل سلوک و طریقت طے کر کے مشہور آفاق ہوئے۔ یتیم پروری و غریب نوازی آپ کا اعلیٰ حال و مقام تھا۔ انبالہ کے مشہور زمانہ بزرگ حضرت سائیں توکل شاہ صاحب حضرت خواجہ قادر بخش صاحب ہی سے مستفیض و مجاز بیعت ہوئے تھے حضرت سائیں توکل شاہ صاحب ہی کے ہاتھوں میاں عبدالخالق صاحب کی ابتدائی پرورش اور تربیت ہوئی ہے۔

حضرت خواجہ صاحب پندرہ سولہ سال ہی کی عمر میں طلب دلی میں قندھار کی طرف سے تشریف لائے تھے۔ پہلے دہلی میں حضرت شاہ ابو سعید صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے انہوں نے حکم فرمایا کہ اول علوم ظاہری سے فراغت حاصل کرو۔ اس کے بعد بیعت کیلئے حاضر ہونا۔ اگر میں موجود نہ ہوا۔ تو میرے فرزند احمد سعید موجود ہیں۔ انشاء اللہ مراد حاصل ہوگی۔

اس مقام پر جی چاہتا ہے کہ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلہ کے مشائخ عظام کا تذکرہ مختصر طور پر حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی قدس سرہ العزیز تک تحریر کردوں۔ جس کا خلاصۃً کتاب "نزہتہ الخواطر" سے مرتب کیا جائیگا۔ یہ ایک عجیب و غریب جامع کتاب دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن سے طبع ہوئی ہے۔ عربی زبان میں پاک و ہند کے اہل علم حضرات کے حالات پہلی صدی ہجری کے اخیر تک جمع کئے گئے ہیں یہ کارنامہ کتاب "گل رعنا" (جو حالات شعراء اور ادب اردو میں مشہور اور داخل نصاب ہے) کے مصنف حضرت علامۃ الشریف مولانا عبدالحی الحسنی سابق ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ کے ہاتھوں سر انجام پایا ہے۔

بحمد اللہ مولانا کی یہ علمی وراثت ان کے خلف الصدق حضرت مولینا ابوالحسن علی ندوی دامت برکاتہم کو نصیب ہوئی اور مولانا بھی اپنے بزرگوں کی طرح صاحب تصنیف، جامع کمالات ظاہرہ و باطنہ ایک درد مند تاریخ داں اور مبلغ دین ہیں ؎

شاباش آں صدف چوں پرورد گہر
آباء او ز مکرم و ابنا عزیز تر

حضرت شاہ احمد سعید دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت ممدوح حضرت شیخ ابوسعید دہلویؒ کے صاحبزادے ہیں اور حضرت مجدد صاحب قدس سرہ کے اولاد میں سے ہیں آپ کی ولادت رام پور میں یکم ربیع الثانی ۱۲۱۷ھ کو ہوئی[1] والد اور والد کے ماموں شیخ سراج احمد (رحمہ اللہ) سے ابتدائی درسیات پڑھیں پھر علماء

---

[1] کہیں کہیں اپنی یادداشت سے بھی بعض چیزیں درج کی گئیں ہیں۔

ما سے استفادہ کیا بالخصوص حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ وشاہ عبدالقادر صاحبؒ سے اور
اح ستہ کی سند حاصل کی۔

طریقت میں آپ کی بیعت حضرت شاہ غلام علی صاحب علوی دہلویؒ سے ہے۔ مرشد کو ان سے
درجہ محبت تھی گویا باپ بیٹے کا معاملہ ہے آپکو اللہ تعالیٰ نے ایسی قبولیت عامہ عطا فرمائی کہ
دور کے لوگ پروانہ وار آپکے گرد جمع ہوئے جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں اپنی خانقاہ ہی میں مقیم
ہے اور پھر بمعہ اہل وعیال مکہ معظمہ تشریف لے گئے اور زندگی کے آخری ایام مدینہ منورہ دیار رحمۃ للعالمین
اللہ علیہ وسلم میں گذار کر بعد نماز ظہر ۲ ربیع الاول ۱۲۷۷ھ انتقال فرمایا اور بقیع مقدس میں
مبارکہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے قریب مدفون ہوئے۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

حضرت شاہ احمد سعید صاحبؒ نے حرمین شریفین کی طرف ہجرت کے وقت جناب مولانا غلام حسین
کو ایک مکتوب شریف لکھا تھا جس پر القاب تھا "امام زندہ دلانِ پنجاب" اسی القاب کو مشہور فارسی شاعر
ب مولانا غلام قادر صاحب گرامی المتوفی نے بھی ۱۹۲۷ء میں ایک شعر میں نظم کیا ہے

شناسِ رموزِ سعادتِ دارین ۔ امام زندہ دلاں مولوی غلام حسین
(مجموعہ غزلیات گرامی ص۲۱۲)

آپ کے والد ماجد حضرت شاہ ابوسعید دہلویؒ المولود ذی قعدہ ۱۱۹۶ھ المتوفی ۱۲۵۰ھ
حضرت شاہ غلام علی صاحبؒ کے خلیفہ مجاز اور جانشین خاص تھے بڑے عالی مرتبت مشہور
ہوئے ہیں۔ حدیث میں حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب سے صاحب اجازت تھے اور اگرچہ
حضرت شیخ درگاہی رامپوریؒ سے مجاز بیعت وصاحب سجادہ تھے تاہم مزید ترقی کی غرض
دہلی کا سفر فرمایا اور حضرت شاہ غلام علی العلوی الدہلویؒ سے زیادہ اقتباس انوار فرمایا اور
ان کے جانشین خاص قرار پائے۔ حج کیلئے اپنے صاحبزادہ شیخ عبدالغنی کیساتھ تشریف لے گئے علماء
یہ مفتی احناف ومفتی شافعیہ اور دیگر محدثین نے استقبال فرمایا۔ رحمۃ اللہ علیہ

حق تعالیٰ کی عجیب حکمت ہے کہ شاہ احمد سعید صاحبؒ ہند کے دوسرے جدائی حضرت شاہ

عبدالغنی بھی اپنے برادر مکرم اور والد ماجد کی طرح حضرت شاہ غلام علی صاحب سے مستفید و مجاز تھے۔ حدیث میں حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب قدس سرہ کے نواسہ مشہور آفاق حضرت شیخ محمد اسحاق رحمۃ سے سند حاصل کی آپ نے بھی واقعہ ہائلہ ۱۸۵۷ء میں حرمین شریفین کی طرف ہجرت فرمائی منقول ہے کہ آپ کو علم و عمل زہد و حلم، صدق و امانت، عفت و صیانت، اخلاص و خوف میں درجہ امامت حاصل تھا اور خلقت کثیرہ علماء و مشائخ میں سے آپ کی دعاؤں اور مجلسوں کی برکات سے مستفید ہوئی اور ہند و عرب کے لوگ آپ کی ذکاوت و جلالت پر متفق ہوئے حدیث شریف کی مشہور کتاب ابن ماجہ شریف کا حاشیہ "انجاح الحاجۃ" کے نام سے تحریر فرمایا مدینہ منورہ میں ہی جوار رحمت میں پیوست ہوگئے آپ کی ولادت شعبان ۱۲۳۵ھ کی ہے اور وفات شریف ۶ محرم ۱۲۹۶ھ میں ہوئی۔

آپ کے فیضان کا عموم اس سے ظاہر ہے کہ دارالعلوم دیوبند کے اکابر حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم و سید الامام مولانا رشید احمد گنگوہی حدیث میں آپ ہی کے شاگردان گوہر بار ہیں پاکستان و ہندوستان میں اس وقت شاید ہی کوئی عالم محقق ایسا ہو جس کی سند حدیث حضرت شاہ عبدالغنی صاحب کے واسطے سے حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم تک نہ پہنچتی ہو اور ایسا عالم تو دنیا بھر میں بھی شاید اب کوئی نہ ہو کہ جس کی سند حدیث حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے واسطے سے نہ ہو۔

ع - ایں خانہ تمام آفتاب است

شاہ ولی اللہ کی اسی جلالت قدر کی بنا پر حضرت مولانا عبید اللہ سندھی ان کو امام ولی اللہ فرمایا کرتے تھے۔ حکومت پاکستان شکریہ کی مستحق ہے کہ اس نے امام ولی اللہ کے علوم کی اشاعت کیلئے حیدر آباد میں شاہ ولی اللہ اکیڈمی قائم کی نیز اس مقصد کی اشاعت کے لئے (اکیڈمی مذکورہ کے زیر اہتمام ایک ماہنامہ "الرحیم" جاری فرمایا۔

حضرت شاہ غلام علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

الشیخ الامام العالم الزاہد غلام علی
بن عبد اللطیف العلوی النقشبندی

آپ کا وطن مالوف الٰہ آباد تھے پیدائش بٹالہ ضلع گورداسپور ہے سنہ ولادت ۱۱۵۶ھ

آپ کی ولایت پر عرب و عجم کا اتفاق ہے۔ آپ کا فیضان تمام ہی عالم اسلام کو پہنچا ہے یہاں تک علامہ شامی ابن عابدین صاحب کتاب "ردالمحتار" المعروف بہ فتاویٰ شامی اور علامہ محمود آلوسی بغدادیؒ صاحب تفسیر "روح المعانی" بالواسطہ آپ ہی کے سلسلہ میں سے ہیں آپ نے صحیح بخاری حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب سے پڑھی اور سند بیعت طریقہ احمدیہ شیخ الکبیر حضرت مرزا جانجاناں سے حاصل کی اور پھر شیخ کے ہی جانشین ہوئے۔

آپ ہر روز دس ہزار مرتبہ ذکر نفی اثبات فرماتے تھے اور ذکر اسم ذات کی تو کوئی حد ہی نہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی پر صلوٰۃ و سلام و استغفار اتنا کہ گنا نہ جا سکے۔ تلاوت قرآن پاک روزانہ دس پارے معمول تھا۔ اور پندرہ برس ایسا مجاہدہ کیا کہ زمین پر سوئے اور پانی سے روزے افطار کئے۔ سر سید احمد خان مرحوم نے اپنی کتاب آثار الصنادید میں لکھا ہے کہ ان کی ذات گرامی منجملہ عجائبات زمانہ تھی کیا زہد کیا قناعت کیا تسلیم، کیا رضا، کیا توکل و ایثار کیا ترک و تجرید عمر بھر مجرد رہے نہ کوئی گھر بنایا۔ نہ کبھی کچھ ذخیرہ کیا نہ فاخرہ لباس پہنا۔ نہ لذیذ کھانے کھائے۔ ڈھیر کے ڈھیر فتوحات، نذرانے ضرورتمندوں پر تقسیم فرما دیتے۔ اوراد و وظائف کے مشاغل کثیرہ کے باوجود حدیث و تفسیر کے سبق بھی پڑھاتے تھے۔ دستر خوان پر ہمیشہ قریباً پانچسو آدمی کھانا کھاتے تھے۔ اُمراء کے نذرانے قبول نہ فرماتے۔ حیا اس قدر تھا کہ لوگوں کے چہرے کی طرف تو کیا نظر کرتے خود اپنا چہرہ مبارک بھی شیشہ میں نہ دیکھتے۔ کرم نوازی کی حد تھی کہ بعض لوگ ان کی چیزیں بلا اجازت اٹھا لے جاتے۔ بعض جو کوئی کتاب لے جاتے اور پھر وہی کتاب حضرت اقدس کے پاس فروخت کر دیتے۔ حضرت قیمت ادا کر دیتے

لہ یہ لفظ محتار ہے (م-ح-ت-ا-ر) حائے حطی کے ساتھ لوگ اس کو غلطی سے معجمہ کے ساتھ پڑھتے ہیں۔ یعنی مختار۔ جو غلط ہے۔ محتار کے معنی ہیں حیرانی یا پیاس ردالمحتار کے معنی ہوئے دافع پیاس یا دافع حیرانی ؏

حضرت قیمت ادا فرمادیتے اگر کوئی شخص عرض کرتا کہ یہ تو آپ ہی کے کتب خانے کی کتاب ہے اس پر نشانی بھی موجود ہے تو علیہ کرم وحیا سے فرماتے میاں ایک ہی کاتب کی لکھی ہوئی بہت سی کتابیں بھی ہوتی ہیں" جب کوئی شخص قیمتی کپڑا یا کوئی چیز نذر پیش کرتا تو اسے فروخت فرمادیتے اور اس کی قیمت سے کم قیمت سادہ کپڑے خرید کر دوسروں کو عطا فرمادیتے اور کہتے کہ بہت سے شخصوں کا نفع ایک شخص کے نفع سے زیادہ بہتر ہے آپکی مجلس میں حضرت سفیان ثوریؒ کی مجلس کا رنگ تھا۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں کسی لومۃ لائم کی پرواہ نہ کرتے تھے چاہے امرا ہوں یا بادشاہ۔ شاہزادے ہوں یا رئیس۔ آپ کی وفات ۲۱ یا ۲۲ صفر ۱۲۴۰ھ دہلی میں ہوئی قبر مبارک زیارتگاہِ خلائق ہے۔

حضرت مرزا مظہر جانجاناں رحمۃ اللہ علیہ

اَلشَّیخُ الاِمامُ العَالِمُ المُحَدِّثُ الفَقِیہ الزاھد شمس الدین حبیب اللہ مظہر جانجان الدھلویؒ آپ کا نسب مبارک سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ تک اٹھیس واسطوں سے پہنچتا ہے آپ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے صاحبزادے حضرت محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ہیں آپ جمعہ کے دن رمضان المبارک ۱۱۱۱ھ یا ۱۱۱۳ھ کے دوسرے عشرہ میں اس عالم خاک و باد میں تشریف لائے۔ اس وقت سلطان عالمگیرؒ کا دور حکومت تھا۔

علوم ظاہرہ کی تکمیل و تحصیل کے بعد سلسلۂ نقشبندیہ میں حضرت شیخ نور محمد بدایونی رحمۃ اللہ علیہ سے کسب فیض فرمایا اور ارشاد و تلقین کے لئے صاحب اجازت ہوئے۔ مشائخ زمانہ اور علماء عصر سے تیس سال تک اکتساب فیض فرمایا اور پھر پچاس سال تک عوام و خواص کو تعلیم و ارشاد کا فیضان پہنچایا۔ آپ کی ذکاوت اور حسن ترتیب و نزاکت طبع کے واقعات اہل علم اور اصحاب طریقت میں مشہور و معروف ہیں۔ فروعات میں آپ حنفی المذہب تھے اعمال میں نہایت مستقیم۔ استغنا۔ زہد و ورع و اتباع سنت اور سلف صالحین کے طریقہ میں مشہور تمام رسمی پیروں اور مشائخ کی رسموں سے اور مجلسوں سے دور رہتے عمر بھر

بدعات

گھر نہیں بنایا کرایہ کے مکان میں گذر اوقات فرمائی۔ ایک بوریا کپڑوں سے زائد کبھی ملکیت میں نہیں رکھا معتقدین سے نذر قبول فرماتے مگر بہت تھوڑی۔ آپ کے مجاز خاص حضرت شیخ غلام علی العلوی الدہلوی نے آپ کے حالات میں کتاب "مقامات مظہریہ" تالیف فرمائی ہے۔ بادشاہ دہلی محمد شاہ اور نظام الملک نے ہزاروں ہزار کی رقوم بطور نذرانہ پیش کیں مگر قبول نہ فرمائیں آپ کے مکاتیب نافعہ اور شعرائے متقدمین کے کلام کا انتخاب الموسوم بہ "خریطۂ جواہر" اور خود اپنے اشعار کا فارسی دیوان مشہور و معروف ہے حق تعالیٰ نے آپ کو شہادت کی موت نصیب فرمائی۔ ہفتہ ۱۰ محرم کی رات بعد مغرب ۱۱۹۵ھ میں اس دار فانی سے عالم بقا کو روانہ ہوئے۔ تاریخ وفات "عاش حمیداً مات شہیداً" سے نکلتی ہے

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

حضرت قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ مصنف تفسیر مظہری
بھی آپ سے مستفیض و مجاز تھے۔

حضرت شیخ نور محمد بدایونی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت والا نسباً حسینی سید تھے۔ بڑے درجے کے عالم اور فقیہ اور شیخ طریقت تھے سلسلہ نقشبندیہ میں حضرت مجدد صاحبؒ کے پوتے حضرت شیخ سیف الدین سے اخذ فیض فرمایا۔ پندرہ سال کی مدت تک اشغال و اذکار میں اس درجہ مشغول و مستغرق رہے کہ سوائے نمازوں کے اوقات کے ہوش نہ ہوتا تھا۔ زہد و ورع اس درجہ غالب تھا کہ اپنے ہاتھ کی کمائی سے لکھتے تھے اور چند یوم کا کھانا اکٹھا ہی پکا لیتے جو بھوک کے غلبہ کے وقت نوش فرماتے۔ امراء کی دعوت قبول نہ فرماتے اور نہ ایک وقت میں دو کھانے کھاتے۔ آپ کے مخصوص تربیت یافتہ حضرت مرزا جانجاناں دہلوی فرماتے ہیں کہ آپ کا کشف اس درجہ صحیح اور مطابق واقعہ ہوتا تھا کہ کہہ سکتے ہیں کہ ہماری سر کی آنکھوں سے دیکھا ہوا واقعہ اتنا صحیح نہیں ہوتا جتنا ان کا بصیرت قلب کا مشاہدہ درست

درست ہوتا ہے آپ کے قلب مبارک پر لوگوں کی مدح و ذم سے تغیر نہ ہوتا تھا۔ رضا بالقضاء اور تسلیم تقدیر الٰہی آپ کی صفت تھی آپ کی وفات شریف دہلی میں ذوالقعدہ کے عشرہ ثانی کے اواخر میں ۱۱۳۵ھ کو ہوئی۔ نور اللہ مرقدہٗ۔

حضرت شیخ سیف الدین سرہندی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت ممدوح امام ربانی مجدد الف ثانی رح کے پوتے اور حضرت خواجہ محمد معصوم رح کے پانچویں صاحبزادے ہیں بڑے درجے کے شیخ۔ عالم عارف صاحب مقامات عالیہ اور کرامات ظاہرہ تھے ۱۰۴۹ھ سرہند میں ولادت ہوئی۔ علوم و طریقت کے گہوارہ میں پلے اشارات غیبیہ کے ماتحت والد ماجد کے حکم سے دہلی میں قیام فرمایا اور سلطان عالمگیر اورنگ زیب غازی رح نے آپ سے اخذ فیضان کیا۔ حضرت اقدس شریعت و طریقت پر استقامت میں اپنے آباء کرام کے قدم بقدم تھے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں ایسا رتبہ پایا کہ حضرت خواجہ محمد معصوم رح کے دربار سے "محتسب الامۃ" کا امتیازی لقب حاصل کیا۔ شوکت ظاہرہ اور دبدبہ باطنی اس درجہ کا تھا کہ سلاطین اور امراء آپ کے سامنے کمال ادب کے ساتھ کھڑے رہتے اور بیٹھنے پر قادر نہ ہوتے تھے۔ آپ کے دسترخوان پر دونوں وقت قریباً چودہ سو اشخاص حسب منشا کھانا کھاتے تھے۔ سینتالیس (۴۷) سال کی عمر میں سلطان عالمگیر رح کے ایام سلطنت میں ہی ماہ جمادی الاولیٰ ۱۰۹۶ھ میں وفات پائی۔ قبر مبارک سرہند شریف میں ہے۔

حضرت خواجہ محمد معصوم رح

علم و ظاہر و باطن میں اپنے وقت میں امام الکبیر مانے گئے۔ اپنے والد ماجد حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رح کے تیسرے فرزند تھے، والد ماجد کے علوم اور احوال و مقامات کے ساتھ بہت زیادہ مشابہ اور موافق تھے۔ اس وجہ سے والد ماجد کے محبوب ترین فرزند تھے اور شرف جانشینی سے بہرہ یاب ہوئے۔ ولادت شریفہ شوال ۱۰۰۷ھ میں ہوئی اور ۹ ربیع الاول ۱۰۷۹ھ بہ

عہد سلطنت اورنگ زیب عالمگیرؒ السلام علیکم فرماتے ہوئے اس دنیائے فانی سے عالم جاودانی کی طرف رحلت گزین ہوئے۔ مزار پرانوار سرہند شریف میں زیارت گاہ خلائق ہے۔ آپ نے سولہ سال کی عمر میں تمام علوم عقلیہ و نقلیہ سے فراغت حاصل کر لی تھی۔ ۳ ماہ کی مدت میں قرآن مجید حفظ کیا اور اپنے والد ماجد کے زیر سایہ مراحل سلوک طے کرتے ہوئے درجہ امامت تک پہنچے۔ اذکار و اشتغال وارشاد ہدایت خلق کے باوجود تفسیر، حدیث کا درس آپ کا محبوب ترین مشغلہ تھا۔ آپ کے انوار سے تمام عالم منور ہوا۔ سلطنت مغلیہ کے تین بڑے بادشاہ جہانگیر (۲) شاہجہان اور (۳) عالمگیر یکے بعد دیگرے آپ سے بیعت ہوئے اور سرہند میں حاضری دی۔ حرمین شریفین کی زیارت حج اور اقامت مدینہ منورہ سے بہرہ یاب ہوئے۔ منقول ہے کہ آپ کے مریدین کی تعداد [illegible] لاکھ تک ہے۔ جن میں سے سات ہزار حضرات درجۂ کمال و خلافت تک پہنچے بعض (خلفاء) حضرات کے فیضان سے تو پورا پورا ملک مستفید ہوا جیسا کہ شیخ حبیب اللہ بخاریؒ جو کہ خراسان اور ماوراء النہر کے شیخ اعظم تھے اور جن کے اپنے خلفاء کی تعداد چار ہزار تک پہنچتی ہے۔ الغرض حضرت خواجہ صاحبؒ کے فیضان مبارک سے جو سنت کو ترویج ہوئی۔ اور کفر و بدعت کو جو ظلمتیں دور ہوئیں اس کا اندازہ آپ کے مکتوبات شریفہ کی تین مجلدات کے مطالعہ سے بخوبی واضح ہو جاتا ہے جو فارسی زبان و ادب کا بھی اعلیٰ نمونہ ہیں۔ الحمد للہ کہ مکتوبات کا اردو ترجمہ و تلخیص جناب مولانا نسیم احمد امروہی کے قلم گوہر بار سے ہوا جسے کتبخانہ الفرقان کچہری روڈ لکھنؤ نے شائع کیا ہے۔

آپ کے چھ صاحبزادے تھے۔ سب کے سب عالم و عارف ہوئے ہیں اس وقت تک ان حضرات کا فیضان ظاہر و باطن میں نمایاں طور پر جاری و ساری ہے حضرت شاہ ولی اللہؒ اور ان کے صاحبزادگان کے مریدین تلامذہ اور شاہ عبدالغنی دہلویؒ ان کے شاگردان ظاہر و باطن سب کا فیضان اس وقت سارے عالم پر محیط ہے۔

سہ قطوفی لباب کبیت العتیق حوالیہ من کل فج عمیق

آپ کے ایک مرید باصفا فارسی کے مشہور شاعر ناصر علی سرہندی نے کہا ہے

چراغ ہفت محفل خواجہ معصوم
منور از فروغش ہند تا روم

تاریخ وفات میں کہا ہے۔

چراغ خاندانِ نقشبنداں | فروغ دین احمد خواجہ معصوم
بسوئے گلشنِ عقبیٰ قدم زد | ازیں ویرانۂ آباد کہن بوم
ز دل پرسیدم از سال وفاتش | ندا آمد ز عالم رفت معصوم

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ

حضرت امام ربانی شیخ احمد بن عبدالاحد سرہندی امام شریعت والطریقت بحرالحقائق والمعارف آیۃ من آیات اللہ امت مسلمہ کے لئے اللہ تعالیٰ کا انعام عظیم تھے۔

اقبال مرحوم نے کیا خوب کہا ہے

حاضر ہُوا میں شیخ مجدّد کی لحد پر | وہ خاک کہ ہے زیر فلک مطلع انوار
اس خاک کے ذروں سے ہیں شرمندہ ستارے | اس خاک میں پوشیدہ ہے وہ صاحب اسرار
گردن نہ جھکی جس کی جہانگیر کے آگے | جسکے نفس گرم سے ہے گرمیٔ احرار
وہ ہند میں سرمایۂ ملت کا نگہبان | اللہ نے بروقت کیا جس کو خبردار
(بال جبریل)

ولادت مبارکہ سرہند میں شوال ۹۷۱ھ میں ہوئی اور عالم جاودانی کی طرف رحلت ۲۸ صفر ۱۰۳۴ھ میں فرمائی رسالہ ہذا کے یہ چند اوراق آپ کے تذکرہ جمیل و ذکر عظیم کیلئے کم اختصار سے ہوں کافی نہیں ہیں۔ مولانا محمد منظور صاحب نعمانی مدیر ماہنامہ "الفرقان" لکھنؤ ہمارے شکریہ کے مستحق ہیں کہ انہوں نے کتاب "تذکرہ امام ربانی

ربانی مجدد الف ثانی" وضاحت کے ساتھ مختلف حضرات سے مختلف عنوانوں پر لکھوا
کر شائع کیا ہے۔ حضرت الامام قدس سرہ کے فارسی مکتوبات کمیاب بلکہ نایاب ہو
چکے تھے محکمہ اوقاف پاکستان نے ان کی اشاعت کا دوبارہ اہتمام کر کے اپنی بڑی
بیداری اور ذمہ داری کا ثبوت دیا ہے ان نادرۂ روزگار مکتوبات کا اردو ترجمہ وتلخیص
مکتوبات معصومیہ ہی کی طرح دفتر الفرقان لکھنؤ سے حال ہی میں شائع ہوا ہے۔ یہ
تذکرے اس قابل ہیں کہ ہر گھر میں موجود ہوں اور ہر شخص کے زیر مطالعہ رہیں اللہ
کریم اپنے بندوں میں سے جن حضرات کے علوم کو بقائے دوام سے نوازتے ہیں
ان کے علوم میں یہ برکت اور نایابی ہوتی ہے کہ جس زمانے میں بھی پڑھو معلوم ہوتا
ہے کہ ہمارے ہی حالات کے متعلق ہدایات اور تنبیہات دی جا رہی ہیں۔ مکتوبات
شریف کا مطالعہ کرنے والے حضرات اس حقیقت کو آفتاب نصف النہار کی طرح
روشن پائیں گے۔ درد دل یہ کہنے پر مضطرب ہے کہ کتنا عجیب انقلاب ہے۔ کہ
ہمارے زمانے کے اکثر و بیشتر سلسلۂ نقشبندیہ سے منسلک مشائخ و عوام
مکتوبات مجددیہ اور مکتوبات معصومیہ سے استفادہ کرنے اور ان کے مطالعہ سے
یکسر غافل و بےخبر ہیں۔ ٹھیک اسی طرح حضرت شیخ الکبیر محی الدین پیران پیر سیدنا
و مولانا عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے نام لیوا ان کے نام پر کٹ مرنے والے
ان کے علوم عالیہ کے مطالعہ سے بالکل بےپروا اور یہاں تک بےخبر ہیں کہ بہت سے
تو کتابوں کے نام سے بھی واقف نہیں اور نہایت حسرت و افسوس کا مقام ہے
کہ جو لولوئے شاہسوار اور ذرہائے نایاب حضرت شیخ جیلانی نے اپنے مواعظ
"الفتح الربانی" و "فتوح الغیب" اور غنیۃ الطالبین میں نچھاور کئے ہیں۔ ان سے
بالکل محروم ہیں۔

"فتوح الغیب" وہ نفیس کتاب ہے، جس کی شرح حضرت شاہ ابوالمعالی

لاہوریؒ نے ۱۰۲۴ھ کے حکم سے حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے فارسی زبان میں نہایت عمدہ تفصیل کے ساتھ تحریر فرمائی تھی بزرگان دین کی صحیح عقیدت و محبت یہی ہے کہ ان کے مجاہدات کو مشعل راہ بنایا جائے نہ کہ صرف کرامت کے ہی ذکر سے اپنے آپ کو مسرور و مفتخر کیا جائے کرامات تو ایک غیر اختیاری چیز ہیں۔ اور حق تعالیٰ کی طرف سے عبادات و مجاہدات کا ثمرہ اور انعام ہیں جو محنت کرے پھل پائے۔ وہ بھی اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہو۔ بعض صحابہ تک سے کسی کرامت کا صدور نہیں ہوا ہے۔

الحمدللہ کہ حضرت مولینا غلام حسین رحمۃ اللہ علیہ کے اکابر سلسلہ کے ذکر جمیل سے فارغ ہوا۔ اللہ کریم اس ذکر کے تعلق کو میرے لئے اور ناظرین کے لئے نافع و محمود فرماویں۔

اب حضرت مولانا غلام حسینؒ کے بعض حالات کا ذکر کرتا ہوں۔

مولانا کا مسلک طریقت میں آپ کا مسلک نقشبندی تھا اور جزئیات مسائل فقہ میں آپ حنفی المذہب تھے جیسے کہ آپ وصیت نامے میں فرماتے ہیں۔

"از خدا بترسند و متابعت حبیب او صلی اللہ علیہ وسلم نمایند اول در آنکہ عقیدۂ خود را موافق اہلسنت وجماعت خصوصاً بمتابعت مذہب حنفیہ محکم دارند و بر کتب قدیمۂ حنفیہ بر روایات قویہ استحکام و اعتقاد و عمل سازند"

تقلید امام ابوحنیفہ میں نہایت درجہ ثابت قدم تھے چنانچہ غیر مقلدین سے اس معاملہ میں منازعت بھی رہی مگر اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ فتح و نصرت سے کامران فرمایا کہ ان کی حیات میں اور بعد میں کافی مدت تک حضرات غیر مقلدین شہر کی مساجد سے باہر اپنی نمازیں ادا کرتے تھے۔

جناب مولوی الٰہی بخش صاحب وکیل جو مسلکاً اہلِ حدیث تھے۔ جب ہوشیار پور تشریف لائے تو موضع پریم گڑھ نزد ریلوے اسٹیشن نماز پڑھتے تھے۔ یہی وجہ ہوئی تھی کہ وہاں کے بعض لوگوں نے مسلک اہلِ حدیث اختیار کیا تھا۔

معمولات آپ کا معمول تھا کہ پچھلی رات نماز تہجد کے لئے بیدار ہوتے نوافل وا ذکار واشغال ومراقبات حضرات نقشبندیہ میں شغل رکھتے بعد نماز فجر ختم خواجگان پڑھتے۔ ختم سے مراد وظیفہ کو خاص تعداد میں خاص انداز سے پڑھنا ہے۔ حضرات نقشبندیہ کا ختم خواجگان درج ذیل ہے

ختم خواجگان نقشبندیہ سورۃ فاتحہ سات بار۔ درود شریف ایکسو بار۔ سورہ الم نشرح اناسی ۷۹ بار معہ بسم اللہ سورہ اخلاص معہ بسم اللہ ایک ہزار بار۔ سورۃ فاتحہ معہ بسم اللہ سات بار۔ درود شریف سو بار۔ یا قاضی الحاجات سو بار۔ یا کافی المہمات سو بار یا حل المشکلات سو بار۔ یا مسبب الاسباب سو بار۔ یا مفتح الابواب سو بار یا شافی الامراض سو بار۔ یا دافع البلیات سو بار۔ یا رفیع الدرجات سو بار یا مجیب الدعوات سو بار۔ یا ارحم الراحمین سو بار۔ باوضو اکیلا شخص ہی پڑھے یا چند لوگ مل کر اخلاص و شوق سے پڑھ کر دعا کریں۔

اس کے علاوہ بعض مختصر ختم بھی ہیں جو حضرت خواجہ نقشبندؒ و حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ و حضرت مجدد الف ثانیؒ و حضرت خواجہ محمد معصومؒ و حضرت مرزا مظہر جانجاناںؒ و حضرت شاہ غلام علی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے منسوب ہیں اور ان کا حضرات کا معمول تھے۔ مجھے یہ وظائف حضرت امام الدین صاحبؒ المتوطن والمدفون مخدوم پور پہوڑاں نزد خانیوال نے ارشاد فرمائے تھے۔

حضرت مولانا غلام حسینؒ ختم خواجگان کے بعد طلبہ کے اسباق میں مشغول

ہوتے اور بعد نماز مغرب قرآن مجید کا عوامی درس دیتے اس کے علاوہ فتویٰ و ترتیب مریدین و مہمانداری وغیرہ میں صرف ہوتا۔ ۱۳۹۸۲

تدریس و تعلیم

تدریس طلباء میں آپ کا معمول تھا کہ طلباء کو اس انداز پر پڑھایا جائے کہ وہ خوب مطالعہ کریں اور خود استاد بھی سبق کی ایسی تیاری کرے کہ تفہیم آسان ہو۔ نصاب میں بنیادی کتابیں اختصار اور جامعیت کے ساتھ پڑھا کر طالب علم کو اس قابل کیا جائے کہ آئندہ وہ خود بے تکلف مطالعہ کر سکے۔ چنانچہ پانچ سال کی مدت میں درسیات سے فارغ کر دیتے۔ طلبہ کو تہجد کے وقت ہی سے مصروف مطالعہ فرماتے۔ سبحان اللہ کیا برکت کا وقت ہے۔ ایک مرتبہ امرتسر تشریف لے گئے۔ طلبہ ساتھ تھے والد صاحب بھی ہمراہ تھے۔ اپنے متعلق طلباء کو سفر میں بھی ساتھ رکھتے تھے تاکہ اسباق کا بھی ناغہ نہ ہو۔ ایک روز ایسا اتفاق ہوا کہ ختم خواجگان کے بعد کچھ ملنے والے حضرات زیادہ آ گئے اور اسباق پڑھانے میں دیر ہو گئی چنانچہ بڑے صاحبزادے مولینا میاں محمد صاحب مرحوم کو بلایا۔ موسم ہلکی سردی کا تھا وہ اس حال میں تشریف لائے کہ ایک خوشنما گرم ٹوپی پہنے ہوئے تھے۔ تسبیح ہاتھ میں تھی۔ دیکھتے ہی فرمایا جاؤ طلبہ کو سبق پڑھاؤ۔ میرے لئے پیرین کر نہ بیٹھ جانا۔ سبحان اللہ کیا اتباع سنت ہے۔ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے بُعِثْتُ مُعَلِّمًا یعنی مجھے معلم (تعلیم دینے والا) بنا کر بھیجا گیا ہے یہ ارشاد اس وقت فرمایا جبکہ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) مسجد میں تشریف لاتے تو ایک طرف ذاکرین کا حلقہ دیکھا اور دوسری طرف تعلیم دین حاصل کرنے والوں اور تعلیم دینے والوں کا حلقہ تھا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اہل تعلیم والوں کے حلقہ میں بیٹھ گئے اور ارشاد (مذکورہ بالا) فرمایا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا

اذکار و اشغال بڑی برکت کی چیز ہیں۔ مگر جب علم کے زیر سایہ ہوں اور کتاب و سنت کے مطابق ہوں۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا ایک قول نقل فرمایا ہے جو یاد رکھنے کے قابل ہے۔ کہ "جو شخص صوفی ہوا اور فقیہ نہ ہوا وہ گمراہ ہوا اور جو فقیہ ہوا مگر صوفی نہ ہوا وہ فاسق رہا اور جس نے ان دونوں چیزوں کو جمع کیا۔ وہ محقق ہوا" (الرحیم نومبر ۱۹۶۵ء)

عشا سے قبل کھانا کھا کر باہر تشریف لاتے حجرے کے سامنے بیٹھ کر جناب حافظ عبداللہ صاحب مرحوم و مغفور سے تلاوت کے لئے فرماتے اور پھر کچھ تفسیر و تشریح فرماتے تعلیم میں اللہ تعالیٰ نے برکت عطا فرمائی تھی۔ والد مرحوم فرماتے تھے کہ مرض الموت میں کتاب گلستان لے کر میں حاضر ہوا۔ بچہ تو تھا ہی کیا خبر تھی کہ یہ کیا حالت ہے۔ اپنے بچپن ہی کے جذبات میں عرض کیا مجھے گلستان پڑھائیے۔ اگرچہ پہلے پڑھ چکے تھے۔ والد مرحوم فرماتے تھے کہ مجھ سے کتاب لی کھولی بند کی اور پھر مجھکو واپس کر دی اور فرمایا کہ جاؤ آتی ہے۔ سو الحمد للہ کہ عمر بھر اس کی برکت ظاہر رہی۔

سادگی معیشت

معیشت نہایت سادہ اور صاف تھی۔ گھر میں کھانا سب اکٹھا کھاتے اور وہی کھاتے جو طلباء کے لئے پکایا جاتا۔ گھر والوں کے لئے اور طلباء کے لئے الگ الگ کھانا نہیں پکتا تھا۔

انگریز سے عدم تعاون

والد مرحوم فرماتے تھے کہ جب سکھوں کے دور کے بعد انگریزی حکومت کا قبضہ ہوا تو حضرت کے قبضے میں بہت سی مزروعہ اراضی تھی جس سے بالکل قطع تعلق کر لیا تھا۔

ایک مرتبہ ہوشیار پور کے انگریز ڈپٹی کمشنر نے خود حاضر ہو کر عرض کیا۔ کہ اپنے دونوں بڑے صاحبزادے مولوی میاں محمد اور مولوی محبوب عالم صاحب ہم کو دے دو۔ ہم ان کو فوراً تحصیلدار لگا دیں گے۔ پھر جلدی ہی مال افسر بنا دینگے مگر قبول نہیں فرمایا انکار کر دیا۔

ایک مرتبہ دوسرے صاحبزادہ مولوی محبوب عالم نے گورنمنٹ سکول میں عربی مدرس کے ملازمت اختیار کر لی۔ اس روز آپ نے ان کو کھانے پر نہ پایا تو پوچھا کہاں ہیں بات ٹال دی گئی۔ دوسرے روز بھی ایسا ہی اتفاق ہوا پھر بھی بات ٹل گئی جب تیسرے روز بھی ان کو نہ دیکھا تو کسی نے بتلا دیا کہ سکول میں مدرس ہو گئے ہیں سخت ناراضگی کا اظہار فرمایا اور اپنے سے الگ ہونے کا حکم دے دیا۔ چنانچہ وہ ملازمت سے مستعفی ہو گئے۔ بڑے ہی تابعدار اور سعادت مند تھے۔

جذبۂ جہاد

۱۸۵۷ء کے ہنگامے میں انگریز ڈپٹی کمشنر نے بلایا آپ بعض دوسرے حضرات کے ساتھ تشریف لے گئے۔ ڈپٹی کمشنر سے مختلف موضوعات پر گفتگو ہوتی رہی تھی اک مسئلہ جہاد کے متعلق پوچھا گیا۔ حضرتؒ نے جہاد کی فرضیت اور شرائط کا پوری وضاحت کے ساتھ بیان فرمایا اور آخر میں یہ بھی کہا کہ اگر یہ شرائط ہوشیار پور میں پوری ہو جائیں تو میں علم جہاد بلند کروں گا۔ جس وقت ڈپٹی کمشنر نے یہ سوال کیا تھا تو بڑے صاحبزادہ مولوی میاں محمد صاحب نے جو پیچھے بیٹھے ہوئے تھے ایڑی دبائی تھی باہر نکل کر پوچھا کہ یہ کام کس نے کیا تھا۔ تو معلوم ہوا کہ صاحبزادہ صاحب نے ایسا کیا ہے انہوں نے معذرتاً عرض کیا کہ زمانہ بڑا سخت ہے بات بات پر سزائیں ہو رہی ہیں علمائے

اور شرفاء کو پھانسیوں پر لٹکایا جا رہا ہے مقصود یہ تھا کہ نرم الفاظ میں مسئلہ کی وضاحت کی جائے۔ حضرتؒ اس بات سے سخت ناراض ہوئے۔ کہ حق گوئی سے مجھ کو روکتا ہے۔ مدت کے بعد بڑی سفارش سے معاف فرمایا

جرأت تبلیغ احکام ایک دفعہ لاہور تشریف لے گئے اپنے میزبان جناب نواب صاحب کے مکان کی بالائی منزل پر آپ اس حال میں چڑھے کہ اندر سامنے کمرے میں دو معزز شطرنج کھیل رہے تھے۔ ایک صاحب کہ جن کا چہرہ سیڑھیوں کی طرف تھا اور ان کی "چال" نہیں تھی آتے ہوئے دیکھ لیا تو وہاں سے کھسک گئے مگر دوسرے صاحب کہ سیڑھیوں کی طرف جن کی پشت تھی وہ "چال" میں مستغرق رہے آپ تشریف لائے تو بے تکلف سخت ڈانٹا اور ان فضول لہو ولعب کے متعلق جو احادیث وارد ہوئی ہیں سنائیں۔ کسی شخص کو بھی سامنے بولنے کی جرأت نہ ہوئی۔

غیرت دینی ایک دفعہ لاہور کے سفر میں نواب صاحب کے مکان میں بیٹھے ہوئے تھے تو معلوم ہوا کہ ایک بہت بڑے سرکاری افسر تشریف لا رہے ہیں جو عقیدتاً شیعی تھے۔ سب لوگ ان کے منصب کی عظمت کے پیش نظر بمعہ نواب صاحب پیشوائی کے لئے تشریف لے گئے لیکن حضرت والا اپنے مقام پر ہی بیٹھے رہے۔ وہ صاحب جیسے اندر آئے تب بھی آپ استقبال کے لئے نہ اُٹھے اس لئے کہ حدیث شریف میں اہل بدعت کی تعظیم کرنے کی ممانعت آئی ہے۔ چنانچہ مشکوٰۃ شریف میں ہے مَنْ وَقَّرَ صَاحِبَ

بِدْعَتٍ فَقَدْ اَعَانَ عَلیٰ هَدْمِ الْاِسْلَامِ۔

(یعنی جس شخص نے اہل بدعت کی تعظیم کی اس نے اسلام کے گرانے پر اعانت کی)

اور غنیۃ الطالبین میں سیدنا عبدالقادر جیلانی رح اور مکتوبات شریف میں

حضرت مجدد صاحب رح حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث

کی یہ روایت لاتے ہیں کہ قَالَ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اِنَّ اللّٰہَ اخْتَارَنِیْ وَاخْتَارَلِیْ اَصْحَابِیْ وَاَصْهَارِیْ وَسَیَاْتِیْ مِنْ

بَعْدِهِمْ قَوْمٌ یَسُبُّوْنَهُمْ وَیَلْعَنُوْنَهُمْ فَلَا تُجَالِسُوْهُمْ وَلَا تُوَاکِلُوْهُمْ

وَلَا تُشَارِبُوْهُمْ وَلَا تُنَاکِحُوْهُمْ وَلَا تُصَلُّوْا عَلَیْهِمْ وَلَا تُصَلُّوْا مَعَهُمْ وَاِیَّاکُمْ

لَا یُضِلُّوْنَکُمْ وَلَا یَفْتِنُوْنَکُمْ وَمَنْ لَّمْ یَفْعَلْ ذَالِکَ لَمْ یَرِدْ عَلَی الْحَوْضِ۔ اوکما قال

(ترجمہ) فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیشک اللہ تعالیٰ نے مجھے برگزیدہ کیا

اور میرے لئے اصحاب اور سسرال و داماد چن لئے اور ان کے بعد ایک قوم آئے گی

جو ان کو گالیاں دے گی اور (کلمات) لعنت کا استعمال کرے گی پس تم ان کے ساتھ

نہ بیٹھو نہ ان کے ساتھ کھاؤ پیو اور نہ نکاح کا رشتہ قائم کرو۔ نہ ان پر نماز جنازہ پڑھو

اور نہ ان کے ساتھ نمازوں میں شرکت کرو۔ تم ان سے بچتے رہو اور وہ تم سے الگ رہیں

کہ وہ تم کو نہ گمراہ کریں اور نہ تم کو فتنہ میں مبتلا کریں جو شخص ایسا نہ کرے گا وہ میرے

حوض پر نہیں آئے گا۔

ہاں تو میں عرض کر رہا تھا کہ جب اس عظیم المرتبت صاحب منصب اعلیٰ

کی آمد پر حضرت اسی طرح بے تکلف بیٹھے رہے تو انہوں نے پوچھا یہ

کون شخص ہے۔ میزبان نے بتلایا کہ ہماری برادری کے عالم دین اور

بزرگ مولوی غلام حسین ہوشیار پوری ہیں۔ (اس واقعہ سے قبل موضع تکوکن

ضلع جالندھر میں حضرت رح کا شیعوں سے ایک مناظرہ ہو چکا تھا جس میں

اللہ تعالیٰ نے کامیابی عطا فرمائی تھی - اس بنا پر وہ افسر غائبانہ متعارف تھے) طنزاً و تعریضاً کہا کہ اچھا " ہوشیار پوری قبر پرست " حضرتؒ نے یہ سنتے ہی بے تکلف اور بلا جھجک ان کو مخاطب کرکے فرمایا ؎

بیک چشمے بباید دید آل و صحب پیغمبر
بیک چشمے کہ دو بیند ز دو نانش تواں گفتن

(نوٹ) وہ افسر یک چشم تھے۔

یعنی حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد و اصحاب کو ایک ہی نظر سے برابر برابر دیکھنا چاہیئے اور جب کوئی ہو تو ایک آنکھ والا وہ دیکھے دو طرح سے تو اس کو کم ظرفوں میں شمار کرنا چاہیئے حضرت والا کی زبان سے یہ فی البدیہہ جواب سنتے ہی ساری مجلس دم بخود رہ گئی اور جناب مخاطب چپ چاپ چلے گئے۔ شاہ حق آگاہ نے کیا خوب فرمایا ہے

؎ ہیبت حق است ایں از خلق نیست
ہیبت ایں مرد صاحب دلق نیست
ہر کہ ترسد از حق و تقویٰ گزید
ترسد از وے جن و انس و ہر کہ دید

غوثیت و بقا کے سلسلہ میں دوسرا واقعہ قابل عبرت یہ ہے کہ ہریانہ کے ایک جناب شیخ صاحب عیادت کے لئے تشریف لائے۔ وہ شیخ صاحب مشہور ساہوکار تھے کا سود کی لین دین کرتے تھے اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ

لہ مجھے اگرچہ ان کا نام اور مقام اچھی طرح یاد ہے لیکن چونکہ زبانی یادداشت سے لکھ رہا ہوں اس لئے نام کا ظاہر کرنا مناسب نہیں ہے حکایت سے مقصود صرف حضرت کی حق گوئی و بے باکی اور رعب خداداد کا اظہار ہے جو ظاہر ہو گیا۔

لہ شیخ صاحب موصوف کا نام بھی مجھے یاد ہے مگر ظاہر کرنا مناسب نہیں کیونکہ بعد وفات کسی کی برائی کا تذکرہ مناسب نہیں۔ ممکن ہے وہ شخص کتنا ہی برا ہو مگر موت سے قبل توبہ اور انابت سے سرفراز ہو گیا ہو۔

ہمیشہ سود کی حرمت اپنے مواعظ میں بیان فرماتے تھے۔ جس بنا پر شیخ صاحب موصوف ہمیشہ حضرت سے کبیدہ خاطر رہا کرتے تھے۔ شیخ صاحب کی تشریف آوری پر جب ایک صاحبزادہ صاحب نے حضرت کی خدمت میں جا کر عرض کیا کہ تایا صاحب عیادت کے لیئے تشریف لائے ہیں۔ اجازت چاہتے ہیں تو آپ نے اپنی دستار مبارک ان کو دیدی اور فرمایا کہ یہ لے جاؤ اور اس سے پوچھو کہ "کیا سود سے توبہ کرکے آیا ہے"۔ اگر اقرار کرے تو یہ دستار بچھا دو کہ اس پر چل کر آئے مجھ سے عمر میں بڑا ہے قابل احترام ہے اور اگر سود سے توبہ نہ کی ہو تو پھر اس سے کہہ دو کہ واپس جائے اور میرے جنازے کو بھی ہاتھ نہ لگائے۔ چنانچہ شیخ صاحب واپس چلے گئے اور پھر جنازے کے وقت آئے مگر لوگوں نے واپس کردیا۔

اسی سلسلے میں ایک اور واقعہ بھی ہوا کہ ہوشیارپور میں والد صاحب مرحوم کے حصے میں جو حویلی آئی تھی وہ پہلے شیخ مہاں پسر خلیل کی ملکیت تھی جو ہمارے پڑوسی شیخ بدرالدین مرحوم کے والد یا تایا تھے۔ ان سے شیخ صاحب سابق الذکر نے خرید کر لی اور گانے بجانے والوں کو کرایہ پر دے دی جس سے یہ دقت ہوئی کہ ان کے گانے بجانے کی وجہ سے قرآن و حدیث کے اسباق متاثر ہوتے تو اس [illegible] کے پیش نظر حضرت نے حق شفعہ کا دعویٰ دائر کردیا۔ اور اور کا بیابی حاصل کرکے قبضہ لے لیا۔ غور کیجیئے کہ پہلے تو اس معاملے میں کوئی کارروائی نہ کی کیونکہ استغنا و مروت اور پڑوسی کے حقوق کا یہی تقاضا تھا۔ مگر جب تعلیم دین اور اشاعت اسلام پر اثر پڑا تو بے تکلف ذاتی تعلقات کو بالائے طاق رکھ کر یہ کارروائی عمل میں لائی ـــ

ہزار خویش کہ بیگانہ از خدا باشد
فدائے یک تن بیگانہ کاشنا باشد

میں نے اس مقدمہ کی پوری مثل محافظ خانہ ہوشیار پور سے نکلوا کر دیکھی تھی
ان دنوں بھائی بشیر محمد صاحب بی اے (خلیفہ مجاز حضرت مرشدی مولانا
خیر محمد صاحب دامت برکاتہم) محافظ دفتر تھے۔ جزاہ اللہ تعالیٰ

اعتماد علی اللہ ہوشیار پور میں گوریاں دروازہ مسجد کی تولیت کے سلسلے
میں ایک خاص برادری کے خاص افراد ہمیشہ مخالفت
پر کمربستہ رہتے تھے ایک دفعہ ان لوگوں نے حضرتؒ کے خلاف عدالتی چارہ جوئی
کی اور اتفاق ایسا ہوا کہ یکے بعد دیگرے ہر عدالت میں فیصلہ خلاف ہی
ہوتا رہا۔ مگر ہمیشہ فرماتے کہ انشاء اللہ انجام کار ہمارے حق میں ہوگا جب
آخری فیصلہ بھی خلاف ہی ہوا تو بڑے صاحبزادہ مولوی میاں محمد صاحب
نے عرض کیا کہ آپ ہم سے یہی فرماتے ہیں اب جب تک فیصلہ ہمارے
حق میں نہیں ہوگا میں ہوشیار پور نہیں آؤں گا۔ اور اس پر قسم بھی کھا
لی۔ کچھ مدت بعد ایسے حالات پیدا ہو گئے کہ مقدمے پر نظر ثانی
ہوئی اور آخر فیصلہ حضرت کے حق میں ہوا۔ تب صاحبزادہ صاحب
گھر تشریف لائے۔ مسجد کی تولیت انقلاب ۱۹۴۷ء تک حضرت
ہی کے بیٹوں پوتوں میں رہی۔ آخری متولی بڑے صاحبزادہ مولوی
میاں محمد صاحب کے فرزند مولوی محمد سعید عثمانی مرحوم تھے۔

نصرتِ الٰہیہ ایک مرتبہ سردی کے موسم میں مسجد کے زائد دروازوں
کو عارضی طور پر اینٹوں سے بند کروا دیا۔ تاکہ مسجد
میں سونے والوں طلباء اور ذاکرین کو تکلیف نہ ہو ایک مخالف شخص
نے اس پر بہت گستاخی کی اور برا بھلا کہا۔ حضرت والا تحمل سے
خاموش رہے۔ آخر وہ شخص چلا گیا۔ کچھ دیر کے بعد ایک دوسرے

شخص نے آکر مسجد کے میاں جی سے میت کے غسل کا تختہ مانگا۔ کہ فلاں شخص کا انتقال ہوگیا ہے۔ یہ مرنے والا وہی شخص تھا جس نے گستاخی کی تھی۔ اللہ کریم ہم سب کو علماء دین کے ادب کی توفیق مرحمت فرمائے اور اپنے غضب سے پناہ میں رکھے۔

بس تجربہ کردیم دریں دار مکافات
با دُرد کشاں ہر کہ در اُفتاد ور اُفتاد

حدیث قدسی میں وارد ہے۔ حضور پُر نُور صلی اللہ علیہ وسلم حق تعالیٰ کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ مَنْ عَادٰی لِیْ وَلِیًّا فَقَدْ اٰذَنْتُہٗ بِالْحَرْبِ (یعنی جس نے میرے کسی دوست کو ستایا میری طرف سے اس کے لئے اعلان جنگ ہے)

حضرت مفتی محمد حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ بانی جامعہ اشرفیہ لاہور فرمایا کرتے تھے کہ جنگ میں ہر فریق دوسرے کی متاعِ عزیز کو غارت کرنے کا قصد کرتا ہے۔ اور ایک مسلمان کی متاعِ عزیز ایمان کے سوا کیا ہے؟ تو اللہ کے دوستوں کو ستانے سے خطرہ ہے کہ مرتے وقت ایمان نہ سلب ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ اپنی پناہ میں رکھے۔ اس موقع پر (ہندوستان میں) نظام تبلیغ کے بانی حضرت اقدس مولٰینا محمد الیاس صاحب دہلویؒ کا ایک ملفوظ یاد آیا فرماتے تھے کہ عالم دین اگرچہ بدعمل ہو اور خواہ بے راہ ہو تب بھی قابل احترام ہے۔ جیسا کہ کوئی قرآن مجید غلط کتابت کے ساتھ طبع ہو جائے تب بھی گو اس کی تلاوت نہ کریں گے مگر احترام پھر بھی اس کا قائم رہے گا۔ ایسے ہی غلط کار عالم کے بتائے ہوئے مسئلے پر گو عمل نہیں کریں گے مگر قرآن و حدیث کا عالم ہونے کی وجہ سے احترام بہر حال کیا جائے گا۔

نظافت طبعی

حضرت والا کی طبیعت میں بہت ہی نظافت اور پاکیزگی تھی یہاں تک کہ حقہ نوشی کی بُو کو برداشت نہیں کرسکتے تھے۔ حضرت کے خداداد رعب سے عوام کی بھی یہ حالت تھی کہ جب مسجد کی طرف تشریف لے جاتے تو راستے کے سب لوگ مُسلم و غیر مُسلم حقے اٹھا اٹھا کر اندر رکھ لیتے تھے۔ جناب شیخ سندھے خان صاحب مرحوم جو سکھوں کے دورِ حکومت میں حاکم شہر تھے جن کی بنا کردہ مسجد المعروف "مسجد شیخ سندھے خان" بازار و کیلاں ہوشیارپور کے عقب میں انقلاب تک آباد تھی۔ وہ کبھی ملنے کو تشریف لاتے تو پہلے نیچے بیٹھ کر حقہ پیتے پھر کلی کرتے اور الائچیاں چبا کر ملاقات کے لئے بالاخانے پر تشریف لے جاتے۔

صلہ رحمی اور حفظ حقوق

ہوشیارپور میں حضرت کا معمول تھا کہ جمعہ کی نماز سے فارغ ہوکر اپنی ہر دو ہمشیرگاں کی ملاقات کے لئے ان کے گھر جاتے۔ جب کبھی لاہور جانا ہوتا تو اپنے دو خالہ زاد انور شاہ اور منور شاہ بھائیوں کو ملنے کے لئے تشریف لے جاتے۔ ان دونوں بھائیوں نے فقیری طرز اختیار کر لی تھی اور اُن کے ہاں بڑے بڑے لوگ آیا کرتے تھے۔ ان کے مزارات لنڈے بازار لاہور کے قریب ابتک موجود ہیں۔ والد مرحوم فرماتے تھے کہ ایک دفعہ میں ساتھ تھا تو ملنے کو تشریف لے گئے راستے میں کسی شخص کو ایک انگوٹھی پر سجع لکھوانے کے لئے بھیجا۔ بھائیوں کے پاس پہنچے تو وہ سخت گرمی میں دھوپ میں بیٹھے ہوئے تھے حضرتؒ بھی ان کے پاس جا کر بیٹھ گئے اتنے میں انگوٹھی بھی بن کر آگئی اس پر والد مرحوم کے لئے یہ سجع کھدوایا تھا۔

"دلم قربان است بر جانِ محمدؐ"

وہاں بھائیوں کے پاس بھی ان کے ایک معتقد شاعر موجود تھے انہوں نے کہا کہ بجائے اس کے یہ چاہیئے تھا۔ "غلامِ حسینم بجانِ محمدؐ" فرمایا نہ تو ~~اور دوسرا کا مصرع "دلم قربان است بر جانِ محمدؐ"~~ چیہ ایسچ سوا نہ نیشا

ایک مرتبہ حضرت والا کے کچھ فارسی اشعار مولوی عبدالحق صاحب ٹانڈوی نے بھی سنائے تھے جو ذہن میں محفوظ نہیں رہے۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے شمائل اور سراپائے اقدس کے متعلق ایک لمبی پنجابی نظم بھی حضرت کی تالیف کردہ ہے جو خاندان کی بعض مستورات کا بطور وظیفہ کے معمول ہے۔

وفات وفات سے قبل حضرت والا کچھ عرصہ بیمار رہے ایام مرض کے سلسلے کے دو واقعے اوپر گذر چکے ہیں ایک والد مرحوم کا گلستان کی تعلیم و تجدید کی درخواست اور اس پر حضرت کی دعائے برکت۔ دوسرا ایک سودی کاروبار کرنے والے شیخ صاحب کا عیادت کے لئے آنا اور اس پر حضرت کا انکار اور اظہار تواضع کا واقعہ۔ بالآخر وقت موعود آپہنچا اور حضرت والا اپنے رب کے حضور میں ذی الحج ۱۲۸۶ھ میں حاضر ہوئے۔ اللہ کریم درجات عالیہ جنت میں نصیب فرمائے اور حضرت کے متعلقین، اولاد، تلامذہ، مریدین بالواسطہ اور بلا واسطہ جو انتقال فرما چکے ہیں ان کی بھی مغفرت فرمائے جو موجود ہیں اور جو آئندہ کو آئیں ان سب کو بھی صلاح و فلاح دارین اتباع سنت اور حسن خاتمہ نصیب فرمائے۔ (آمین)

حضرت کی نماز جنازہ میں بہت کثیر افراد کا اجتماع ہوا چنانچہ نماز جنازہ قبرستان کے متصل برساتی ندی وسیع و عریض خشک ریگ [1] زار میں ادا کی گئی۔ اور قبرستان شاہ کندن شاہ بخاری کے شمالی حصے میں دفن ہوئے۔ یہ قبرستان شہر کے متصل قریب ہی برلب سڑک دھرم سالہ واقع ہے۔ اس سڑک پر آٹھ میل آگے کوہ شوالک میں بمقام سیلزن حضرت شاہ نور جمال صاحب کا مزار ہے۔ یہ حضرت شیخ فرید شکر گنج کے خلیفہ مجاز تھے۔

انقلاب ۱۹۴۷ء تک حضرت کی قبر محفوظ تھی ایک پختہ چبوترے پر بجانب غرب حضرت کی قبر تھی اس کی مشرقی طرف جناب حافظ عبداللہ صاحب کی قبر تھی اس کے مشرق میں دادی صاحبہ مرحومہ مغفورہ آرام فرما تھیں ان کے قدموں میں والد صاحب مرحوم کی قبر تھی۔ حضرت کی قبر کے شمالی طرف بالکل قریب ہی ایک چبوترے پر مشہور شاعر جناب غلام قادر صاحب گرامی کی قبر تھی جس کے اردگرد جنگلہ اور سرہانے ایک سُرخ پتھر لگا ہوا تھا جس پر ان ہی کے فارسی نعتیہ اشعار کندہ تھے۔ یہ تفصیل لکھ دی گئی ہے۔ کہ اگر جانا نصیب ہو تو جانے والے کو قبر مل جائے۔ اور زیارت سے مشرف ہو جائے۔ حضرت کی اتباع سنت کی یہ برکت ہوئی کہ باوجود مریدین کے حلقہ وسیع ہونے کے قبر پر کوئی بدعت یا رسم رائج نہ ہو سکی۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا ہے۔ اَللّٰھُمَّ لَا تَجْعَلْ قَبْرِیْ وَثَنًا یُعْبَدُ (اے اللہ میری قبر کو بُت نہ بنانا کہ پوجا جائے) اللہ کریم جن بزرگوں کو زندگی میں اتباع سُنت

---

[1] ہوشیارپور کی اصطلاح میں اس کو "چو" کہتے تھے۔ اس لفظ "چو" پر مولانا ظفر علی خاں کے چند اشعار شورش کاشمیری نے اپنی کتاب ظفر علی خاں ص ۱۱۲ پر نقل کئے ہیں جن کا ایک مصرعہ ہے ع چو ہوشیارپور میں ندی سے ہے مراد

نصیب فرماتے ہیں ان کی موت کے بعد بھی اس کے آثار باقی رہتے ہیں۔ اللہ کریم ہم سب کو اتباع سنت کی دولت سے ہمیشہ ہمیشہ مشرف فرمائے۔

تقسیم ترکہ ووصیت چونکہ عوام میں وراثت صحیح تقسیم کرنے کا رواج نہیں تھا اس لئے حضرت والا نے خود اپنی حیات میں ہی اپنی جائیداد غیر منقولہ کو اولاد پر شرعی طور پر تقسیم فرما کر تملیک نامہ تحریر کر دیا تھا۔ جو بحمداللہ میرے پاس محفوظ ہے اس پر تین صاحبزادگان مولوی میاں محمد صاحب و مولوی محبوب عالم صاحب و مولوی اسمٰعیل صاحب کے دستخط ثبت ہیں[۱] حضرت والا کے دستخط بمعہ تین عدد مہروں کے ہیں افسوس کہ اس پر کوئی تاریخ درج نہیں ابتدا میں بسم اللہ اور حمد صلوٰۃ کے بعد حسب ذیل عبارت درج ہے۔

باعث تحریر آنکہ دیدم کہ دریں ملک ہرچہ از ترکہ میت کسے را از ورثاء بقبض و تصرف مے آید ہماں را بزور مالک مے شود و بجیب فرائض اللہ تقسیم بین الورثاء نمے کند و دیگر وارثان را یا بالکل محروم مے سازد یا بسیار کم معبد و ظاہر است کہ ایں چنیں تملک و تصرف بے وجہ شرعی محض حرام است کہ مفضی بجہنم است۔ نعوذ باللہ منہا۔ اس کے بعد اپنا نام نامی اور تفصیل تقسیم جائیداد کا تفصیلی ذکر ہے[۲] اور پھر آخر میں تحریر فرماتے ہیں۔

و غرض ازیں تحریر آنکہ فی الواقع ایں وصیت نامہ است بمہ فرزندان و دیگر

---

[۱] والد مرحوم حضرت کی وفات کے وقت ۱۲ برس کے بچے تھے اس لئے ان کے دستخط نہیں ہیں اور لڑکیوں کے دستخطوں کی ضرورت نہ تھی ایک صاحبزادے فتح محمد بچپن ہی میں انتقال فرما گئے تھے اس لئے ان کا نام بھی تملیک نامہ میں نہیں ہے [۲] جائیداد غیر منقولہ کی تقسیم میں چاروں صاحبزادوں تینوں صاحبزادیوں اور دادی صاحبہ داہلیہ کا تفصیلی ذکر ہے۔

مسلمانان باین کہ از خدا بترسند و متابعت حبیب او صلی اللہ علیہ وسلم نمایند اول دراں کہ عقیدہ خود را موافق اہلسنت و جماعت خصوصاً بمتابعت مذہب حنفیہ مصمم دارند و برکتب معتبرہ حنفیہ بروایت قویہ استحکام اعتقاد اً و عملاً سازند و علماء۔ وہابیہ وغیرھم فرق ناریہ از روافض و خوارج وغیرہ۔ بوجہے میلانے نہ کنند و فیمابین باتفاق و مواسات و خیر خواہی گذراں نمایند و بنوعے درپئے ایذا و بدخواہی احدے نشوند و عقوق و سائر کبائر بپرہیزند و طالب طریقۂ مجددیہ توجہ بختوم و مراقبہ و دوام ذکر استعمال ورزند۔ و دوستی و دشمنی و منع و عطا جز از بہر خدا تعالیٰ بہ کسے نسازند کما قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم مَنْ اَحَبَّ لِلّٰہِ وَاَبْغَضَ لِلّٰہِ وَاَعْطٰی لِلّٰہِ وَمَنَعَ لِلّٰہِ فَقَدِ اسْتَکْمَلَ الْاِیْمَانَ ۔ وَاُفَوِّضُ اَمْرِیْ اِلَی اللّٰہِ تَعَالٰی وَاسئالہ اَنْ یرزقنی وایاکم کمال متابعت حبیبہٖ صلعم۔ قولاً و فعلاً و حالاً وان یختم لنا ولکم بالایمان واحفظنا و ایاکم من جمیع المکروہات فاللہ خیر حافظاً وھو ارحم الراحمین

حررہ مولوی غلام حسین عفی عنہٗ بہ دستخط خود از بہر
یادداشت سند گردد

دستخط صاحبزادگان

العبد میاں محمد آنچہ حضرت مولوی صاحب قبلہ و کعبہ از راہِ عنایت عطا فرمودند۔ ۔۔۔[۳] فرمودند ہرچہ دریں [1] نوشتہ اند برضا و رغبت قبول دارم ہرگز در تعمیل آں قصورے نکنم وکفٰی باللہ شہیداً۔

۲۔ العبد محبوب عالم آنچہ جناب مولینا و قبلتنا حضرت مولوی صاحب

---

[1] یہ دو لفظ کاغذ پر سے پھٹ گئے ہوئے ہیں۔

از راہ مہربانی عطا فرمودند وتملیک ستودند وہرچہ بدیں وثیقہ رقم فرمودند برضا و رغبت قبول دارم ہرگز در تعمیل آں قصورے نکنم حسبنا اللہ وکفی باللہ شہیداً

۴۔ العبد اسمٰعیل۔ آنچہ ہر دو برادران نوشتہ اند ہم قبول دارم وکفی باللہ شہیداً

وصیت نامہ کی فارسی عبارت کا ترجمہ حسب ذیل ہے

وصیت نامہ کا سرنامہ

باعث تحریر آنکہ میں نے دیکھا کہ اس ملک میں میت کے ترکہ سے جو کچھ وارثوں میں سے کسی کے قبضہ اور تصرف میں آجاتا ہے۔ اس کا زبردستی مالک بن جاتا ہے اور اللہ تعالےٰ کے حکم تقسیم ورثہ کے مطابق وارثوں میں تقسیم نہیں کرتا اور دوسرے وارثوں کو (وہ قابض) یا تو بالکل محروم کردیتا ہے یا بہت کم دیتا ہے۔ اور یہ بات واضح ہے کہ اس قسم کا قبضہ اور تصرف (ترکہ میت میں) بلا وجہ شرعی بالکل حرام ہے جو عذاب دوزخ کو پہنچانے والا ہے۔ نعوذ باللہ منہا۔

خاتمہ وصیت نامہ

اس تحریر سے غرض یہ ہے کہ اصل میں یہ تمام فرزندوں کو (خصوصاً) اور دوسرے تمام مسلمانوں کو (عموماً) وصیت ہے اس طور پر کہ وہ خدا سے ڈرتے رہیں اور اس کے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تابعداری کریں اول اس بات میں کہ اپنے عقیدہ کو اہلسنت وجماعت کے موافق کریں خصوصاً مذہب حنفیہ کی متابعت میں پختگی رکھیں اور حنفیہ کی کتب فقہیہ پر قوی روایت کے مطابق عملی طور پر استحکام عقائد رکھیں۔ اور عقائد وہابیہ وغیرہ۔ اور فرق باطلہ روافض وخوارج وغیرہ سے کسی طرح بھی تعلق نہ رکھیں۔ اور آپس میں اتفاق اور ہمدردی اور خیر خواہی کے ساتھ زندگی بسر کریں اور کسی

کسی طرح کسی شخص کو بدخواہی اور ایذا کے درپے نہ ہوں۔ نافرمانی اور تمام کبیرہ گناہوں سے پرہیز کریں۔ اور طریقہ مجددیہ کے طالب ہو کر ختم[1] اور مراقبہ[2] اور دوام[3] ذکر میں مشغول ہوں۔ اور دوستی و دشمنی و منع و عطا صرف اللہ تعالیٰ کے لئے عمل میں لائیں۔ جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ "جو شخص اللہ کے لئے دوستی کرے اور اللہ کے لئے دشمنی رکھے اور اللہ کے لئے عطا کرے اور اللہ کے لئے روک رکھے تو اس کا ایمان کمل ہو گیا"

اور میں تم کو اللہ کے سپرد کرتا ہوں اور اس کی بارگاہ میں سوال کرتا ہوں کہ مجھے بھی اور تمہیں بھی اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی کمال مطابعت قولاً و فعلاً ، حالاً نصیب فرمائے اور ہمارا اور تمہارا خاتمہ ایمان پر کرے اور ہمیں اور تمہیں تمام مکروہات سے اپنی حفاظت میں رکھے (آمین)

---

[1] ختم کا مطلب یہ ہے کسی خاص دُعا کو بطور وظیفہ کے خاص تعداد میں خاص انداز سے پڑھنا۔ گذشتہ اوراق میں اس کا ذکر آ چکا ہے۔

[2] مراقبہ کا مطلب دل کی نگہبانی خاص مشق سے خاص جذبات کو دل میں جانا ہے مراقبے بہت ہیں جو مشائخ سے منقول ہیں سنت کے مطابق مفید تر مراقبہ۔ مراقبۂ موت ہے۔ موت اور مابعد الموت قبر حشر نشر۔ عذاب جہنم۔ انعامات جنت اور اللہ کے حضور میں پیشی کے واقعات کو سوچنا اور اپنے آپ کو اس امتحان کے لئے تیار کرنا ہے۔

[3] دوام ذکر۔ ذکر نفی اثبات یا ذکر اسم ذات یا احادیث میں ارشاد فرمودہ اذکار اور ادعیہ کا وظیفہ معین مقدار میں وقت معین پر جیسا مشائخ تعلیم کریں۔ پڑھنا اور اتنی مشق بہم پہنچا لینا کہ ہر وقت یاد الٰہی حاصل رہے اور اس کے نتیجہ میں وقت اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں گذرے اور کوئی کام رضائے الٰہی کے خلاف تجویز نہ کی کا ایک ایک لمحہ احکام خداوندی و سنت مصطفوی کے مطابق ہو۔

اولاد حضرت والا کا نکاح شیخ نظام الدین صاحب مرحوم کی ہمشیرہ حیات بی بی المعروف بہ ہاتی سے ہوا تھا جو قصبہ ٹانڈہ ہی کے رہنے والے تھے ٹانڈہ میں شیخ نظام الدین کی بنا کردہ جامع مسجد تقسیم ملک تک قائم تھی۔ شیخ صاحب موصوف سکھوں کے دور حکومت میں جبکہ مسلمانوں کی صوبہ داری تھی صوبہ کشمیر کے افسر توشہ خانہ تھے۔ حضرت والا کو اللہ تعالیٰ نے پانچ بیٹے اور تین بیٹیاں عطا فرمائیں۔ بیٹوں میں سے ایک مسمی فتح محمد بچپن ہی میں وفات پا کر ذخیرۂ آخرت بن گئے تھے۔ لڑکیوں میں سے دو مسماۃ حبیب النساء[1] و زینب[2] عمر طبعی کو پہنچ کر لاولد فوت ہو گئیں۔ باقی چار صاحبزادوں اور ایک صاحبزادی کا سلسلۂ اولاد اللہ نے چلایا۔ اور بحمد اللہ کہ حضرت کا یہ باغ سرسبز و شاداب ہے۔ اگرچہ نئی پود میں مغربیت غالب ہے۔ پھر بھی بحمد اللہ اگر کہیں خاندان کا اجتماع ہوتا ہے تو دینی آثار صاف نظر آتے ہیں۔

مختصر تذکرہ صاحبزادگان

حضرت مولوی میاں محمد صاحب آپ حضرت کے بڑے صاحبزادے تھے اور آپ ہی کے نام کی وجہ سے کنیت ابو محمد تحریر فرماتے تھے آپ نے دینی تعلیم اپنے والد ماجد سے مکمل کی پھر مزید شوق علم کشاں کشاں دہلی لے گیا۔ جہاں حضرت شاہ احمد سعید صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر اکابر عصر سے مستفید و مستفیض ہوئے۔ برادر

---

[1] حبیب النساء کی شادی پھوپھی کے گھر شیخ محمد بخش کرنیل سے ہوئی تھی۔ کرنیل صاحب کے باپ شریک بھائی محمد حنیف تھے جن کے پوتے شیخ محبوب الٰہی ریٹائرڈ انجینئر لائلپور وغیرہ اور پڑپوتے حاجی رحم الٰہی وغیرہ ہیں۔

[2] زینب کی شادی [illegible] بھتیجے شیخ نذیر احمد مرحوم [illegible] ڈاکٹر محمد منظور الحق رجسٹرار ... لاولد فوت ہوئیں۔

بزرگ محمد سعید عثمانی فرماتے تھے کہ میں نے حضرت شاہ احمد سعید صاحب کی عطا کردہ سند دیکھی ہے بہت ہی شاندار الفاظ تحریر تھے۔ حضرت شاہ احمد سعید صاحب سے بلا واسطہ استفادہ کی برکت ہوئی کہ آپ کی سند عالی ہو گئی۔ یعنی حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم تک روایت کرنے والوں کے واسطے کم ہو گئے۔ امام احمد بن حنبلؒ کا قول مفتی محمد حسن صاحبؒ اکثر بیان فرمایا کرتے تھے کہ دو نعمتیں اللہ تعالیٰ کی بڑی عظیم الشان ہیں۔ ایک سند کا عالی ہونا اور دوسرا اللہ کی یاد کے لئے خلوت کا میسر ہونا۔ جن لوگوں کو خلوت میں یاد الٰہی کا چسکا پڑ جاتا ہے ان کا حال تو یہ ہوتا ہے کہ وہ ہجوم خلق سے گھبراتے ہیں

؎ دارم دلے ز آہوئے وحشی رمیدہ تر
چنداں کہ دور ز کساں آرمیدہ تر

اور جب اپنے حجرے میں اکیلے ہوتے ہیں تو بے پایاں مسرت سے شاداں و فرحاں ہوتے ہیں

؎ چہ خوش است با تو بزمے بہ نہفتہ ساز کردن
در خانہ بند کردن سر شیشہ باز کردن

مولانا محمد علی جوہر مرحوم نے کتنا ہی اچھا فرمایا ہے۔

؎ تنہائی کے سب دن ہیں تنہائی کی سب راتیں
اب ہونے لگی ان سے خلوت میں ملاقاتیں

حضرت خواجہ محمد معصومؒ اپنے ایک مکتوب میں ارشاد فرماتے ہیں اپنے اوقات کو معمور رکھو۔ نماز کو طول قنوت کے ساتھ ادا کرو اور کالی کالی راتوں کو گریہ و استغفار سے روشن کرو۔

کلمہ طیبہ کی اتنی تکرار کرو کہ سوائے مرادِ حق کے تمام مرادوں سے دل خالی ہو جائے۔

والسلام اولاً و آخراً

(مکتوبات خواجہ محمد معصوم
ص۲۴ مطبوعہ کتب خانہ الفرقان لکھنؤ)

وفات کا ایک واقعہ مولوی محمد سعید صاحب فرماتے تھے جو کہ خود انہوں نے صاحب واقعہ سے سُنا۔ یہ ٹانڈہ کے ایک مولوی صاحب تھے۔ مولوی صاحب فرماتے تھے کہ ایک روز بے اختیار گھوڑی پر سوار ہو کر ہوشیار پور کی طرف چل دیئے چلا جا رہا تھا اور سوچتا جا رہا تھا کہ کیوں جا رہا ہوں۔ کام تو کوئی ہے نہیں اسی سوچ سوچ میں جب قبرستان کے متصل پہنچے تو لوگوں کا ہجوم دیکھا پوچھنے پر معلوم ہوا کہ مولوی میاں محمد صاحب کا جنازہ ہے۔ تب سمجھ میں آیا کہ یہ کشش غیبی تھی

آپ نے اپنی یادگار دو بیٹے اور دو بیٹیاں چھوڑی ہیں چھوٹے بیٹے ڈاکٹر محمد حنیف جوانی ہی میں مرض طاعون میں انتقال فرما کر شہادت کا ثواب حاصل کر گئے۔ اور بڑے بیٹے مولوی محمد سعید عثمانی عمر طبعی کو پہنچکر تقسیم ملک کے بعد بہاول پور میں انتقال فرما گئے آپ انجینیرنگ کالج رڑکی سے سند یافتہ اور محکمہ نہر سے پنشن یافتہ تھے کچھ عرصہ علی گڑھ کالج میں بھی رہے تھے۔ علامہ شبلی رحمۃ اللہ علیہ اور پروفیسر آرنلڈ سے استفادہ کیا تھا

مولوی محمد سعید عثمانی ایک اچھے ادیب اور شاعر تھے عثمانی آپ کا

آپ کا تخلص تھا پہلے "سعید" تخلص کرتے تھے بعد میں "عثمانی" اختیار کر لیا۔ ان کے بعض مضامین مشہور علمی رسالہ "معارف اعظم گڑھ" میں شائع ہوتے رہے ہیں اور ان کے اشعار تحریک خلافت اور تحریک آزادی وطن اور تحریک پاکستان کے زمانوں میں اخبار زمیندار اور "نوائے وقت وغیرہ میں شائع ہوتے رہے ہیں۔ تاج کمپنی لاہور نے ایک مختصر سا مجموعہ اشعار شائع کیا تھا۔ آخری دور کے اشعار اکثر و بیشتر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح و ثنا میں ہوتے تھے۔ اللہ کریم ان کے صاحبزادوں کو توفیق دیں کہ ان کے اردو فارسی کلام کا مجموعہ مرتب کر کے شائع کریں۔

حضرت مولوی محبوب عالم صاحب

آپ نے تمام دینی تعلیم اپنے والد ماجد ہی سے حاصل کی۔ طبیعت کے نہایت جوانمرد اور مزاج میں بڑی نفاست تھی والد کے اتباع میں بڑے سعادت مند تھے جیسا کہ ایک واقعہ پہلے گذر چکا ہے کہ سرکاری ملازمت والد کے خلاف مزاج ہونے کی وجہ سے ترک کر دی تھی۔ نماز باجماعت ادا کرنے میں عشق کے درجہ میں محبت تھی چنانچہ ایک مرتبہ بیٹوں کی شادی کے موقع پر عین نکاح کے وقت اذان کی آواز سنتے ہی اٹھ کھڑے ہوئے۔ بڑے بھائی نے کہا کہ بیٹوں کا نکاح ہو رہا ہے نکاح کے بعد جانا۔ فرمایا کہ آپ میرے لئے بھی بجائے باپ ہی ہیں آپ کا موجود ہونا ہی کافی ہے۔ ایک موقعہ پر رات کا وقت تھا نماز عشاء یا فجر کی اذان سنی ایک رات اندھیری دوسرے بارش برس رہی تھی۔ نانی صاحبہ نے

عرض کیا کہ گھر پر ہی نماز پڑھ لو فرمایا کہ نہیں ایسے موقع پر مسجد میں حاضر ہو
کر نماز پڑھنے کا حدیث میں بہت زیادہ ثواب اور ترغیب وارد ہوئی ہے
چنانچہ ترمذی اور ابو داؤد میں روایت ہے عن بریدۃ رض قال قا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بَشِّرِ الْمَشَّائِیْنَ فِی الظُّلَمِ اِلَی
الْمَسَاجِدِ بِالنُّوْرِ التَّامِّ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ (مشکوٰۃ باب المساجد) حضرت بر
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ "بشارت دے
اندھیری راتوں میں مسجد کی طرف جانے والوں کو کامل نور کی قیامت
دن" چنانچہ مسجد میں حاضر ہونے کی عجیب ترکیب کی ایک دھوتی باند
کر سب کپڑے اتار لئے کپڑوں کو ایک مٹی کی چاٹی میں رکھ کر
ڈھکنا دے کر سر پر اٹھا رکھ لیا اور مسجد میں تشریف لے گئے سبحان
کیا ذوق اور شوق ہے اللہ کریم جن لوگوں کو نماز کی محبت او
شوق عطا فرماتے ہیں اور نماز کی حقیقت کو سمجھ لیتے ہیں۔ ا
سے کبھی غفلت نہیں ہوتی۔ نماز ایک ایسا عمل ہے جو مجاہدہ بھی
اور مشاہدہ بھی عمل بھی ہے اور ثمرہ بھی۔ ادائے نماز سے جہا
آخرت میں اللہ کی رضا اور جنت کی نعمتوں سے مشرف ہونا
وہاں خود دنیا میں بھی اس سے تسکین قلب اور تزکیہ ظاہر و باطن
کا پھل ہاتھ لگتا ہے۔ نماز سے محرومی بڑی محرومی ہے۔

ایک اور واقعہ ان کے تحمل کا یاد آیا۔ والد مرحوم فرماتے تھے کہ
ان کے سامنے ایک دفعہ ایک قریب ترین عزیز کے گھر میں کھانے
کا اتفاق ہوا تو ایک کھانا بڑا ہی بدمزہ تھا مگر آپ تحمل کے ساتھ تناول
فرما گئے۔

ایک اور واقعہ ان کے تحمل کا یاد آیا۔ والد مرحوم فرماتے تھے۔ کہ ان کے سامنے ایک دفعہ ایک قریب ترین عزیز کے گھر میں کھانے کا اتفاق ہوا تو ایک کھانا بڑا ہی بدمزہ تھا مگر آپ تحمل کے ساتھ تناول فرما گئے۔ جب صاحب خانہ کو اس کا علم ہوا تو وہ گھر والوں پر بہت ناراض ہوئے۔ جناب والا نے بڑی بردباری سے منع فرمایا۔ کہ معمولی بات ہے بھول ہو ہی جاتی ہے (وہ دونوں میاں بیوی قریبی عزیز ہی تھے)

حدیث میں آتا ہے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی کھانے کو برا نہیں کہا۔ پسند ہوا تو کھا لیا۔ ناپسند ہوا تو ہاتھ روک لیا۔

آپ نے اپنی یادگار چار صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں چھوڑیں مسمات بیوی صاحبہ اور جناب ڈاکٹر فضل محمد صاحب لاولد فوت ہو گئے۔ باقی تین صاحبزادوں اور دو صاحبزادیوں کی اولاد چلی۔ بڑے صاحبزادے حافظ محبوب الٰہی صاحب، ریاست بہاولپور میں ملازم تھے نواب صاحب کے ساتھ حج پر گئے تھے۔ سفر حج ہی میں جدہ شریف میں انتقال ہو گیا تھا رشتہ داروں سے سلوک اور صلہ رحمی میں ممتاز تھے۔

دوسرے صاحبزادے مولوی محمد حنیظ صاحب نے کراچی میں تقسیم ملک کے بعد انتقال فرمایا۔ ان کو یہ شرف، حاصل ہوا کہ افراد خاندان کا معاشی رجحان جو حکومت کی ملازمت کی طرف ہو گیا ہوا تھا اور خود بھی ٹیلیگراف ماسٹر تھے اس کا رُخ اپنی اولاد اور بھتیجوں کو تجارت کے وسیع میدان میں ڈال کر بدلا۔ برادرم مولوی محمد حنیظ صاحب مرحوم طبیعت کے بڑے نرم اور منتظم تھے۔ اعمال صالحہ کو بجا لانے کے باوجود عقیدے سے بھی

ایک کمزوری تھی کہ جنات کے وجود کے قائل نہ تھے جس کی وجہ سے ان کے صاحبزادگان فکرمند رہتے تھے کہ اللہ کرے یہ عقیدہ صحیح ہو جائے۔ آخر اللہ تعالیٰ نے غیب سے سامان فرمایا معلوم نہیں بعض جدید تعلیمیافتہ جنات کے وجود کے کیوں منکر ہیں جب کہ قرآن کریم میں صراحتاً انسانوں اور جنوں کے دو گروہوں کا الگ الگ ذکر کیا گیا ہے۔

خیر تو بات یہ ہوئی کہ برادرم موصوف کے مکان سے ملحق مشترکہ حویلی ہی میں ایک سفید ٹکڑہ اراضی مولوی محمد سعید صاحب عثمانی کے حصے کا تھا جو اپنے محلِّ وقوع میں ایک کونے میں اس انداز سے تھا کہ چاروں طرف سے باپردہ ہو گیا تھا۔

مولوی محمد حفیظ صاحب آخیر عمر میں بوجہ موتیا بند کے معذور ہوگئے تھے تو آپ نے اس جگہ کو بیت الخلاء کے طور پر استعمال کرنا شروع کیا۔ بس جونہی یہ استعمال شروع ہوا اینٹیں گرنی شروع ہوگئیں گھر میں اندر بیٹھے ہوں یا صحن میں گلی میں ہوں یا شہر سے باہر چہل قدمی کر رہے ہوں اینٹ آتی اور پاس سے گذر جاتی۔ بعض دفعہ ایسا بھی ہوا کہ کئی دن کی بارش کے دوران اینٹ گری اور خشک۔ اس واقعہ سے مرحوم خود بھی پریشان ہوئے۔ اعزہ اقرباء کو بھی تشویش لاحق ہوئی۔ بالآخر جب بیت الخلاء کے لئے اس مقام کو چھوڑ دیا اور گھر کی چھت پر ہی بے تکلف جانے لگے تو اینٹیں گرنی بھی بند ہو گئیں۔ اور عقیدے کی غلطی بھی صاف ہو گئی۔ (الحمد للہ تعالیٰ)

اس ذکر میں ایک اور واقعہ بھی جو دلچسپ ہے سننے کے قابل ہے یعنی کہ ایک شعبدہ بازی کی شعبدہ بازی کہا جاتا ہے۔ مگر میرے

نزدیک وہ بھی کسی جنات کے عامل کا عمل ہے۔ برادرم موصوف سنگرور ریاست جیند میں ٹیلیگراف ماسٹر تھے۔ تار گھر کی نچلی منزل میں جو کہ سرکاری مہمان خانہ تھا ایک شعبدہ باز مہمان ہوا تا کہ مہاراجہ جیند کو اپنے کھیل دکھلائے۔ ایک روز مولوی حفیظ صاحب سے کہنے لگا کہ ایک روپے پر دستخط کر کے چپراسی سے مٹھائی منگائیے۔ چنانچہ بازار سے مٹھائی آگئی اور تقسیم کر دی گئی۔ بعد میں مداری سے اپنی مٹھی کھول کر دکھایا یہ دیکھئے آپ کا روپیہ اور دستخط اس پر مداری سے کہا گیا جب آپ اس طرح کر سکتے ہیں تو پھر شعبدہ بازی سے کیوں روپیہ کماتے ہیں۔ اس نے جواب دیا۔ کہ یہ روپیہ دکاندار کی تجوری میں واپس جاوے گا۔ ہمیں پاس رکھنے کی اجازت نہیں ہے۔ دوسرا واقعہ برادر مرحوم کے صاحبزادگان شیخ عبد اللطیف۔ شیخ محمد امین جو ان دنوں سکول میں پڑھتے تھے اور وہ شام کو مداری کے پاس جا بیٹھتے تھے۔ وہ پوچھتا برخوردار کیا کھاؤ گے۔ کشمش۔ چلغوزے۔ بادام۔ پستہ۔ تو بچے جو چیز بھی مانگتے شعبدہ باز اپنا ہاتھ مٹھی بند کر کے اوپر اٹھاتا اور مٹھی میں سے حسب پسند اشیاء گرنی شروع ہو جاتیں۔ مہاراجہ جیند نے تاریخ مقررہ پر دربار میں اسے کھیل دیکھنے کے لئے بلایا۔ وہاں پہنچا اور تھوڑی دیر کے بعد سگریٹ پینا شروع کر دیا۔ دربار میں شور ہو گیا۔ کہ ایک سکھ دربار میں سگریٹ ؟ مداری نے کہا۔ اپنی جیبیں دیکھئے۔ دیکھا تو ہر ایک کی جیب میں سگریٹ موجود تھا۔ حتیٰ کہ مہاراج کی جیب میں بھی سب لوگ حیران ہو گئے۔

جو چیزیں محض شعبدہ گری اور نظر بندی سے ہوتی ہیں۔ ان میں حقیقت نہیں ہوتی۔ محض نظر بندی ہوتی ہے۔ اگر حقیقت پائی جائے تو یا تو معجزہ ہوگی جو اللہ کے کسی نبی سے وقوع میں آئے گی یا کرامت جو کسی متبع سنت ولی کے لئے انعام خداوندی ہوگی اور اگر اس قسم کی چیزیں فساق و فجار اور کفار کے ہاتھوں معرض وجود میں آئیں تو وہ استدراج اور جناتی کھیل ہوتے ہیں یا مسمریزم وغیرہ کی کرشمہ سازی ہوتی ہے بس مسلمان کے لئے قابل اطمینان چیز صرف اور صرف اتباع سنت نبوی ہے۔ اللہ کریم ہم سب کو نصیب فرمائے۔ (آمین)

الحاج ڈاکٹر طفیل محمد صاحب نے تقسیم ملک سے قبل ہوشیار پور میں انتقال فرمایا۔ طریقت میں حضرت حاجی امام الدین صاحب مخدوم پوری سے بیعت تھے۔ جناب حاجی صاحب حضرت اقدس حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ سے مستفید اور مولانا منظور احمد صاحب مدنی سے بیعت اور مجاز تھے سالہا سال مدینہ منورہ قیام فرمایا اور قریباً ہر سال حج سے مشرف ہوتے رہے۔ وطن ہی میں انتقال فرمایا اور وہیں مزار ہے مولانا منظور احمد صاحب حضرت حاجی دوست محمد صاحب قندھاریؒ سے بیعت تھے جو کہ حضرت شاہ احمد سعید صاحب دہلویؒ سے اجازت یافتہ تھے۔ ہمارے اس زمانے میں اسی سلسلے کے ایک بزرگ مولینا عبدالغفور صاحب عباسی مدینہ منورہ میں قیام فرما ہیں کبھی کبھی پاکستان بھی آتے ہیں یہاں ان کے ملنے والے اچھے پابند شرع و ذاکر و شاغل ہیں۔ ان ہی کے پیر بھائی جناب مولینا محمد عبدالمالک صاحب صدیقی محلہ غریب آباد خانیوال میں قیام فرما ہیں۔ تقوی کا رنگ

عقیدت غالب ہے۔ عوام و اہل علم ان سے منسوب ہیں۔ یہاں لائلپور میں ان سے دونوں بزرگوں سے شرف ملاقات نصیب ہوا ہے۔

اس سلسلے کے ایک تیسرے بزرگ مولینا خان محمد صاحب ہیں جو خانقاہ سراجیہ کندیاں میں مشغول افاضہ واستفادہ ہیں۔

مولوی محبوب عالم صاحب کے چوتھے فرزند ڈاکٹر فضل محمد مرحوم بڑے ہی حاذق اور شفیق معالج تھے۔ سالہاسال جوڑوں کے درد کی وجہ سے صاحب فراش رہے۔ مریضوں کا علاج بڑی توجہ اور شفقت سے کرتے تھے۔ درمیانی عمر میں قادیانیت کے ابتلا میں پھنس گئے تھے مگر الحمدللہ والدہ کی دعائیں اور بزرگان سلف کی برکات رنگ لائیں اور توبہ نصیب ہوئی۔

ظاہری سبب یہ ہوا کہ ان کی والدہ صاحبہ جو ان ہی کے پاس ٹانڈہ رہا کرتی تھی جب ان کو بیٹے کی قادنیت کا علم ہوا تو ناراض ہو کر اور چھوڑ کر ہوشیار پور تشریف لے آئیں۔ آخر ہر مسلمان اللہ کریم سے روزانہ رات کو وتر کی نماز میں وعدہ کرتا ہی ہے کہ وَنَخْلَعُ وَنَتْرُكُ مَنْ يَّفْجُرُكَ۔ (اور ہم تیری نافرمانی کرنیوالوں سے علیحدگی اختیار کرینگے اور ایسے چھوڑ دیں گے)۔

کچھ عرصہ کے بعد نانی صاحبہ مرحومہ مرض الموت میں سخت بیمار ہوئیں ڈاکٹر فضل محمد صاحب مرحوم عیادت اور خدمت کے لیئے آئے تو والدہ نے بیٹے کو دیکھتے ہی غصے سے فرمایا "دور ہو جاؤ مجھے تمہارا منہ سور کا نظر آتا ہے" یہ سنتے ہی دل پر چوٹ لگی اور رحمت کا دروازہ کھل گیا۔ تائب ہوئے۔ ختم نبوت پر ایمان ویقین نصیب ہوا

الحمدللہ تعالیٰ۔ اور والدہ اطمینان اور مسرت کے ساتھ اس جہان سے رخصت ہوئیں۔ انتقال سے پہلے میرے والد مرحوم کو بلایا کلمہ شریف پڑھایا اور فرمایا کہ میرے کلمہ کے گواہ رہنا ہیں نے اپنے بچپن میں اپنے گھر میں پہلی موت اور پہلا جنازہ نانی صاحبہ مرحومہ ہی کا دیکھا تھا۔ اللّٰھم اغفرلھا وارحم

(۱۹۶۷ء میں ٹانڈہ میں انتقال فرمایا)

مولانا محبوب عالم صاحب کی صاحبزادیوں میں سے ایک مسماۃ نور النساء تھیں۔ یہ پہلے شوہر سے جلدی ہی بیوہ ہو گئی تھیں اور پھر کئی سال کے بعد رواج عام کے خلاف بڑی جرأت اور ہمت کے ساتھ احیائے سنت کے جذبہ سے اپنی ہی برادری میں شیخ رحمت علی مرحوم ۱۹۰۹ء سے نکاح کیا اور صاحب اولاد ہوئیں۔ شیخ صاحب کے عقد میں پہلے بھی ایک بیوی تھی جن سے تعلقات شگفتہ نہ تھے نکاح ثانی کے بعد بیوی صاحبہ نے ہمیشہ یہ عمل قائم رکھا کہ شوہر سے کوئی چیز بھی قبول نہ کرتیں تاوقتیکہ ویسی ہی چیز پہلی بیوی کے لئے نہ آجائے۔ یہی وجہ ہوئی کہ ہمیشہ دونوں بیویاں ایک ہی گھر میں رہیں اور ان کی اولاد میں بھی اتفاق و اتحاد رہا۔ الحمدللہ تعالیٰ۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ جو شخص میری سنت کو ایسے وقت زندہ کرے جبکہ امت میں فساد پھیل رہا ہو۔ اس کے لئے سو شہیدوں کا ثواب ہے۔

حضرت مولوی محمد اسماعیل صاحب

مولانا غلام حسین صاحبؒ کے تیسرے صاحبزادے حضرت مولوی محمد اسماعیل صاحب تھے جن کے

استحکام علمی کے لئے حضرت والا نے تین عدد عربی نصاب کا دور کرایا تھا ان کی یہ خصوصیت ہے کہ ان کے چھ صاحبزادوں میں سے دو عالم ہوئے بڑے صاحبزادے مولوی محمد مبارک صاحب نے تقسیم ملک کے بعد لاہور میں انتقال فرمایا۔ دیوبند سے فارغ التحصیل تھے شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن رحمۃ اللہ علیہ سے حدیث پڑھی تھی۔ بڑے جرّی اور دلیر واعظ تھے۔ طب کی بھی باقاعدہ تحصیل کی تھی۔ مگر مستقلاً طب اختیار نہیں کیا تھا۔ مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری مشہور اہلحدیث عالم کے ہم درس تھے۔ مولوی صاحب جب کبھی ہوشیارپور تشریف لاتے تو تلاش کر کے مولوی محمد مبارک صاحب سے ملتے اور دوستانہ چھیڑ چھاڑ رہتی۔ میں ایک مرتبہ امرتسر مولوی صاحب سے ملا تو دیر تک مولوی محمد مبارک صاحب ہی کا ذکر کرتے رہے۔ دوسرے صاحبزادے مولوی عبدالغفار صاحب بھی عالم تھے۔ بہت لوگ ان سے بیعت تھے عوام میں بعض کرامات بھی ان کی مشہور ہیں۔ عمر بھر مجرد رہے۔ اعصابی ضعف کی بنا پر لڑکھڑا کر اور جھول جھول کر چلتے تھے۔ ریاست بہاولپور میں بمقام احمدپور کٹہ انتقال فرمایا۔

مولوی عبدالرزاق صاحب تلاوت قرآن مجید کے عاشق تھے روزانہ ایک منزل پڑھتے۔ ہر ہفتے ایک قرآن مجید ختم کرتے۔ رحیم یار خان میں انتقال فرمایا۔ ڈاکٹر عبدالستار خاں صاحب۔ صلہ رحمی۔ یتیم پروری۔ خدمت و تعلیم دین۔ سادگی۔ معیشت۔ مہمان نوازی اور بے تکلفی میں ممتاز تھے۔ لہٰذا مرض لاہور میو ہسپتال میں کچھ دن بیمار رہ کر انتقال فرمایا۔ اور وصیت کے مطابق غازی علم الدین شہید کی قبر کے

پاس مدفون ہوئے۔ جہاں بعد میں ان کے بڑے بھائی مولوی محمد میاں
صاحب بھی آرام فرما ہوئے۔ ڈاکٹر صاحب کی اولاد میں تین لڑ
حافظ قرآن ہوئے بڑے لڑکے حافظ عبدالرحمن انجینئر انقلاب
۱۹۴۷ء میں شہید ہوئے۔ مولوی اسماعیل صاحب کے چھوٹے
دونوں لڑکے شیخ محمد شریف صاحب اور شیخ معراج الدین ج
میرے بچپن ہی میں صاحب اولاد ہوکر جوانی کی عمر میں ہی انتق
فرما گئے تھے۔ مولوی اسمٰعیل صاحب کی ایک ہی صاحبزادی تھی
روپڑ ضلع انبالہ میں بیاہی گئی ان کے دو لڑکے شیخ محمد ح
اور شیخ فیض محمد بھی انقلاب ۱۹۴۷ء میں شہید ہوگئے۔

جناب مولوی جان محمد تحصیلدار

حضرت والا کے چھوٹے صاحب
مولوی جان محمد تحصیلدار
آپ اپنے سب بہن بھائیوں میں چھوٹے تھے آپ کی پیدا
۱۸۵۷ء کی ہے قریباً بارہ برس کی عمر تھی جبکہ سایۂ پدری سے مح
ہوگئے۔ اس عمر میں اپنے والد ہی کے زیر تعلیم رہ کر فارسی کتب
کر چکے تھے فارسی کا نصاب آج کل کے منشی فاضل سے زیادہ
تھا۔ مولانا غلام حسین صاحب اپنے اس محبوب فرزند کو تہجد
وقت ہی اٹھا لیتے اور پھر رات تک ساتھ ہی مشغول اس
رکھتے۔ صرف مغرب کے بعد تھوڑا سا وقت کھیلنے کا
تھا۔ سحر خیزی کی یہ عادت ساری عمر دلیل راہ رہی اور حضرت والا
علیہ سے مرض الموت میں دعا مانگنے برکت کا واقعہ تو پہلے گذر چکا
جو بحمداللہ آپ ہی کا مقبول ثابت ہوا حضرت کے انتقال کے بع

ابتدائی عربی کتب وطن ہی میں جناب مولوی فتح دین صاحب مرحوم و مغفور سے پڑھیں پھر موضع تلونڈی میں (نزد اڈہ ٹانڈہ) جناب مولوی بابا عبداللہ صاحب سے کچھ کتب پڑھنے کا ذکر فرمایا کرتے تھے۔ ابھی علوم عربیہ کی تکمیل نہ کی تھی کہ حصول معاش کی طرف متوجہ ہونا پڑا۔ ابتداء میں بمقام امرتسر کچھ دن پولیس کی نوکری کی پھر موضع گھوگھڑی لبا نزد اڈہ مڑ ٹانڈہ پرائمری سکول میں مدرس بمشاہرہ چھ روپے ماہوار مقرر ہو گئے۔ اس زمانے میں کسی ملازمت کے لئے درخواست کی تو اس ریمارکس کے ساتھ نامنظور ہوئی کہ سائل مڈل پاس نہیں ہے بعدہٗ محکمہ بندوبست میں ملازم ہوئے اس زمانے کا واقعہ بیان فرماتے تھے کہ ایک ساتھی شعر بھی کہا کرتا تھا۔ ایک موقع پر کہیں بیٹھے تھے کہ سامنے سے ایک اونٹ گذرا جس پر کوئی عورت بیٹھی ہوئی تھی تو شاعر صاحب نے اس منظر کو دیکھکر فی البدیہہ یہ شعر پڑھا

در حیرتم کہ بانگ جرس را چہ آرزو است
آرام جان بر محمل و بر لب مشکلا ئے

یکم مارچ ۱۸۸۵ء بیس روپے مشاہرے پر گرداور قانونگو مقرر ہوئے ۱۸ جولائی ۱۸۹۲ء نائب تحصیلدار مقرر ہو گئے۔ ۱۲ نومبر ۱۸۹۲ء صدر قانونگو بنے۔ یکم اپریل ۱۹۰۰ء کو بطور قائم مقام تحصیلدار لدھیانہ میں مقرر ہوا پھر بطور مستقل تحصیل دار ہمیرپور ضلع کانگڑہ، دسوہہ ضلع ہوشیارپور۔ زیرہ ضلع فیروزپور مختلف اضلاع میں مقرر رہ کر ۱۹۱۳ء میں پنشن یاب ہوئے۔ کچھ عرصہ تحصیل دسوہہ سب رجسٹرار رہے۔ عمر کے آخری سالوں میں چند ماہ کنج پورہ نزد کرنال شہر نواب ابراہیم علیخان

صاحب مرحوم کے پاس بطور اسسٹنٹ منیجر رہے۔ قیام ہوشیار پور میں انجمن اسلامیہ کی صدارت اور برادری ککے زئیاں کی صدارت پر فائز رہے۔ میونسپل کمیٹی ہوشیار پور کے نامزد اور منتخبہ فعال ممبر بھی رہے۔ ۲۵ مئی ۱۹۲۶ء کا دن گذار کر بعد عشاء انتقال فرمایا۔ اور ۲۶ مئی کو بعد ظہر نماز جنازہ برادر زادہ مولوی عبدالغفار صاحب نے پڑھائی اور قبرستان شاہ کندن شاہ بخاری میں اپنی والدہ کے قدموں میں مدفون ہوئے۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ رحمۃً واسعۃً

ان کی زندگی کے دوچار واقعات سپرد قلم کئے جاتے ہیں۔

اپنے سب بہن بھائیوں سے عمر زیادہ پائی مدت تک خاندان کے سربراہ رہے۔ بھائیوں کے بیٹوں۔ پوتوں۔ نواسوں کے ساتھ ایسا ہی تعلق رہا کہ کوئی اجنبی پہچان نہ سکتا تھا کہ ان کے اپنے پوتے نواسے ہیں یا بھائیوں کے اپنے برادر بزرگ مولوی میاں محمد صاحب کے انتقال کے بعد ان کے دونوں بیٹوں کو جو بارہ برس اور آٹھ برس کی عمر کے تھے بہت ہی شفقت سے زیر تربیت رکھا۔ ایسا موقع بھی آیا کہ ایک دفعہ بمقام ٹانڈہ ایک سخت مصیبت کے موقع پر گھر سے نکلتے ہوئے جبکہ گھر کا دروازہ مغرب رُخ تھا ننھا چھوٹے بھتیجے محمد حنیف کو گود میں اٹھا کر اس کی یتیمی کے واسطہ سے حق تعالیٰ سے دُعا کی الحمد للہ کہ دعا مقبول ہوئی۔

اپنے زمانے میں جب بھی کسی مقدمے کا فیصلہ کرتے صحیح فیصلے تک پہنچنے کے لیے بہت مشقت و غور و فکر اور منشائے قانون کے ساتھ ساتھ شفقت و حکمت کو بھی پیش نظر رکھتے تھے۔ آپ کے

بعد بعض تحصیلدار آپ کے پرانے فیصلے نکلوا کر دیکھا کرتے اور ہدایت یاب ہوتے تھے حسب ذیل دو واقعات سے اس کا بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے۔

ہیر پور کی تحصیلداری کے زمانے میں محکمۂ جنگلات کی طرف سے کسی غریب زمیندار پر ایک مقدمہ کئی سال سے قائم تھا۔ کہ اس نے اپنی جگہ چھوڑ کر جنگلات کی اراضی پر قبضہ کیا ہوا ہے۔ فیصلہ اس لئے نہیں ہوتا تھا کہ وہ منحصر تھا موقع دیکھنے پر اور وہاں تک پہنچنا بہت دشوار گذار اور جان جوکھوں کا کام تھا۔ آپ کے سامنے مثل پیش ہوئی تو موقع کی تاریخ رکھدی گئی۔ لوگوں نے کہا بھی کہ جگہ بہت خطرناک ہے۔ ایک طرف سیدھا پہاڑ اور دوسری طرف گہرا کھڈ۔ راستہ نہایت تنگ۔ ہر آن کھڈ میں گرنے کا خطرہ۔ فرمایا کچھ بھی ہو وہاں پہنچ کر ہی فیصلہ کرنا ہے۔ زندگی اور موت حق تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ چنانچہ وہاں تشریف لے گئے۔ جنگلات والوں نے نقشہ بچھا کر موقع سمجھایا کہ یہ جگہ زمیندار کی ہے اور بجائے اس کے اس کا قبضہ اس جگہ پر ہے۔ اب والد صاحب حیران ہوئے کہ کیا کیا جائے۔ جنگل اتنا گہرا کہ سورج کی شعاع نظر نہ آتی تھی کہ مشرق و مغرب کا رُخ تصدیق کیا جائے۔ معاً یاد آیا کہ جیبی گھڑی کے ساتھ نماز کا رُخ دیکھنے کے لئے قطب نما لگا ہوا ہے۔ اس کو نکال کر نقشے پر رکھا گیا۔ تو حقیقت واضح ہوئی کہ نقشہ اُلٹا بچھا ہوا ہے۔ چنانچہ اس کو سیدھا کیا گیا تو معاملہ صاف تھا کہ غریب زمیندار اپنی ہی جگہ پر تھا۔ واپس تشریف لا کر فیصلہ لکھا اور زوردار الفاظ میں دلائل کے ساتھ جنگلات

والوں کی غلطی واضح کی اور لکھا کہ یہ مثل ڈپٹی کمشنر صاحب کی وساطت سے افسر اعلیٰ جنگلات کے پیش ہو کہ کس طرح غریبوں کو تنگ کیا جاتا ہے

۲۔ ایک موقع پر ایک نوخیز کنواری لڑکی چوری کے جرم میں گرفتار آئی اور جرم بالکل ثابت ہو گیا پریشان ہوئے کہ چھوڑنے کی کوئی صورت نہیں اور سزا دینے میں اس کی بربادی کا خطرہ ہے۔ چنانچہ اس کو صرف چند یوم کی سزا دی گئی اور صدر مقام کے جیلخانے تک اس کے بھائی کو ساتھ بھیجا گیا۔ اُس زمانے میں سفر پیدل ہوتا تھا اور کئی دن لگتے تھے۔ راستے کی تمام پولیس چوکیوں پر اس کی عصمت کی حفاظت کا انتظام کرایا گیا اور جس روز وہ صدر مقام پہنچی وہی دن اس کی رہائی کا تھا۔ چنانچہ رہا ہو کر اپنے بھائی کے ساتھ واپس گھر آ گئی۔ حکام کے لئے بڑا ضروری ہے کہ جہاں منشاء قانون کو پورا کریں وہاں حکمت و شفقت کے پہلو کو بھی نگاہ میں رکھیں قانون کا منشاء اصلاح و عمل ہے نہ کہ لوگوں کو خواہ مخواہ تکلیف میں مبتلا کرنا۔

ضلع کانگڑہ میں غالب ترین اکثریت ہندوؤں کی تھی اور مسلمان برائے نام آباد تھے۔ ہندوؤں کے دو گروہوں میں ہمیشہ چپقلش رہتی اور جب کبھی کوئی ہندو افسر لگتا وہ کسی نہ کسی پارٹی کا ہمنوا بن جاتا آپ نے اپنے زمانے میں اس طرح عدل و انصاف سے معاملہ کیا کہ جب کبھی بھی تبادلے کا وقت آیا تو علاقے کے بڑے بڑے ذی رتبہ ہندوؤں نے خود ہی کوشش کر کے تبادلے کو رکوا دیا۔ چنانچہ راجہ صاحب نادون سے تعلقات تو پنشن کے بعد بھی آخری عمر تک قائم رہے۔ راجہ صاحب ہمیشہ ہی نیازمندی سے پیش آتے رہے۔ تحصیل کے دورے کے وقت جب کبھی آن کے

اِل جانا ہوتا وہ والد صاحب مرحوم کو اپنے آنجہانی باپ کے خاص کمرے میں ٹھہراتے جس کو وہ کبھی نہ کھولتے تھے اور والد صاحب نے اسلام کی خوبیاں سُن کر اپنے مسلمان مالی کو حکم دے دیا تھا کہ ہمیشہ نماز محل کے قریب ہو کر پڑھا کرے اور اذان بھی بلند آواز سے دیا کرے۔

والد صاحب مرحوم کو اپنے خاندان کے بچوں کو فارسی پڑھانے کا بہت ذوق تھا افسوس کہ ملک سے فارسی کا ذوق ختم ہو رہا ہے مولانا ظفر علی خان مرحوم نے کیا خوب کہا ہے۔ بروایت شورش کشمیری

؎ افسوس ملک میں نہ رہی فارسی کی قدر
مستی اُڑی شراب سے پھولوں کی بُو گئی

خود مجھے بھی کریما۔ عطار نامہ۔ گلستان اور بوستان کے کچھ اوراق پڑھائے تھے۔ میں اپنے بچپن میں بھی بڑا لاابالی اور لاپرواہ تھا۔ پڑھانے کا یہ طریق مقرر کیا کہ جب قابو ملا پکڑ لیا اور کچھ سبق کھلوا دیا۔ اسی طرح اگلے روز اگلا سبق۔ میں نہ مطالعہ کرتا تھا اور نہ یاد کرتا تھا برادر بزرگ محمد سعید عثمانی نے ایک موقعہ پر کہا بھی کہ ایسے پڑھانے سے کیا فائدہ ہے فرمایا۔ "گوش زدہ اثرے دارد"
اور واقعی تجربے نے ثابت کر دیا ایسا پڑھنا پڑھانا بھی فائدے اور اثر سے خالی نہیں ہے۔

چنانچہ میرا خود بھی اپنے بچوں کے ساتھ فارسی میں یہی معمول ہے۔ اور کچھ نہیں تو اردو زبان صاف ہو جاتی ہے۔ لکھنے پڑھنے میں فصاحت پیدا ہو جاتی ہے۔ اخلاقی چیزیں ذہن پر سے گذر جاتی ہیں۔ فارسی کے علاوہ مجھے

کچھ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور حضرات اولیاء کرام کی حکایات بھی پڑھائیں بچپن کی اس توجہ کے اثرات کو دیکھ کر وہ شعر یاد آتا ہے جو کسی بزرگ نے اپنے والد کے متعلق کہا ہے غالباً حضرت مجدد صاحب رح کا ہی کہا ہوا ہے۔

؎ روح پدرم شاد کہ فرمودہ بہ استاد
فرزند مرا عشق بیاموز دگر ہیچ

والد صاحب کی طبیعت میں سختی بھی بہت تھی اس وقت تو اچھی نہ معلوم ہوتی تھی مگر جتنی بھی سختی ہوتی ہے اب اس کا ایک ایک لمحہ بھی قیمتی معلوم ہوتا ہے کہ بزرگوں کی سختیاں بڑی ہی نافع ہوتی ہیں اور بڑی بار آور ہوتی ہیں۔ اللہ کریم ان کی قبر کو منور فرمائیں۔ بال بال مغفرت فرمائیں۔

آپ نے ردِّ قادیانیت میں بھی کوشش فرمائی۔ یہ ہمارے زمانے کا بڑا ہی ناپاک فتنہ ہے۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت ایک اجماعی عقیدہ ہے کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہوگا۔ اور اسی طرح یہ عقیدہ بھی بالکل اجماعی ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام جسد عنصری کے ساتھ زندہ آسمان پر تشریف لے گئے ہیں اور جب اللہ تعالیٰ کو منظور ہوگا دنیا میں نزول فرما کر اپنی مقررہ ذمہ داری سے عہدہ برآ ہوں گے۔ اور اس کے بعد وفات کا وقت موعود پیش آئے گا۔ اس سلسلہ میں کافی لٹریچر کتب و رسائل شائع شدہ موجود ہے۔ مطالعہ فرمایا جائے خصوصاً ایک کتاب تو ضرور دیکھ لی جائے۔ مولانا ابوالحسن علی ندوی کی تالیف "قادیانیت"

عربی۔ اُردو دونوں زبانوں میں مولانا نے تالیف فرمایا ہے۔
مجلس تحفظ ختم نبوتؐ پاکستان مستحق صد مبارک باد ہے۔ جو اس محاذ پر بڑی جرأت اور ہمت سے کام کر رہی ہے۔

گھریلو معاشرت میں پردے کا خاص اہتمام تھا۔ سنا ہے کہ ایک موقع پر ٹانڈہ میں والدہ صاحبہ کلاں نے اپنے پیر کے گھر میں جانے کی اجازت مانگی تو والد صاحب نے اجازت نہ دی انہوں نے کہا بھی وہ تو ہمارے باپ ہیں فرمایا پیر میں داماد ہوں۔ تو مجھکو اجازت ہوگی ان کے گھر جانے کی بس چپ رہ گئیں یہ حکایت خود مجھ سے ان پیر صاحب کے صاحبزادہ حکیم عبدالخالق صاحب مرحوم نے سنائی تھی۔ ویسے والدہ مرحومہ اور خاندان کی سب مستورات بحمد اللہ پردے کی نہایت پابند تھیں میں نے بچپن میں والدہ مرحومہ کو کبھی ڈولی کے سوا پیدل جاتے ہوئے نہیں دیکھا۔ نیز خاندان کی سب مستورات برقعہ لے کر تانگے میں بھی جاتیں تو تانگے پر چادر لٹکائی جاتی۔ اللہ اکبر ہمارے زمانے میں معاملہ کہاں سے کہاں پہنچ گیا ہے پردے کی ضرورت اور اس کی شرعی اہمیت کیلئے متعلقہ شائع شدہ لٹریچر بغور مطالعہ کرنا چاہیئے۔ شریعت مقدسہ کی تعلیمات۔ آیات قرآنیہ اور احادیث مبارکہ اس معاملے میں نہایت صاف ہے۔ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم اور سلف صالحین کا اُسوہ بالکل روشن ہے اور آنکھوں والوں کے لئے تو دن رات کے مشاہدات ہی کافی ہیں۔ اللہ کریم ہم سب کو فہم سلیم عطا فرمائیں۔

معاشرت میں کفایت اور سادگی کا بہت اہتمام تھا ہم مسلمانوں نے جب سے اسلامی سادگی کو ترک کر کے اسلام دشمن یہود و نصاریٰ کی

کا طرزِ زندگی اختیار کیا ہے اس وقت سے خاندانی اور گھریلو معاملات میں ایک بے برکتی اور فساد پیدا ہے اس سے نہ ایثار باقی رہا نہ قناعت اور نہ ہی ہمدردی و خیر خواہی اور تعلقات صلہ رحمی باقی رہے حتیٰ کہ عمومی صدقات و خیرات کے معاملے میں بھی ہاتھ تنگ ہو گیا اللہ کرے کہ قوم پھر اپنی اسلامی طرز معیشت و معاشرت کو اختیار کر کے برکات سے مشرف ہو۔ پہلے بزرگ جتنے "سامان زندگی" سے اچھا گذران اور جائیدادیں بنا گئے۔ اب اس سے بہت زیادہ "اسباب معاش" اور "سامان معیشت" رکھنے کے باوجود بھی اس کا آدھا تو کیا بلکہ چہارم بھی نہیں بنا سکتے۔ یہ ایک سامنے کی کھلی حقیقت ہے والد صاحب کی زندگی کا ایک اور پہلو بھی قابل ذکر ہے آپ سرکاری پنشن یاب تھے اور اس کے ساتھ سرکاری کمیشن بھی ملا کرتے تھے جس سے بڑی معقول بانٹ ہوتی تھی۔ اسی دوران میں پہلی جنگ عظیم کے بعد تحریک خلافت اور تحریک عدم تعاون اور ترک موالات کا زور ہوا اسی زمانے میں آپ بے تکلف سیاسی جلسوں میں شامل ہوتے تھے۔ اسی زمانے میں ہوشیارپور میں ڈسٹرکٹ خلافت کمیٹی کا اجلاس آغا صفدر مرحوم کی صدارت میں اور ڈسٹرکٹ کانگریس کمیٹی کا اجلاس ڈاکٹر سیف الدین کچلو مرحوم کی صدارت میں ہوا تھا۔ آپ نے سٹیج کا اعلیٰ ٹکٹ خرید کر اور سینے پر اس کا نشان لگا کر بے تکلف شمولیت کی ایک دفعہ جبکہ سردار ہٹا کر سنگھ صدر ڈسٹرکٹ کانگریس کمیٹی ہوشیارپور کو دیہات سے گرفتار کر کے لایا گیا۔ اہل شہر کو علم ہوا تو شہر سے باہر استقبال کے لئے پھولوں کے ہار لے کر پہنچ گئے پولیس کے خاص انتظام کے ماتحت کسی کو بھی آگے بڑھنے کی اجازت نہیں

دی گئی مگر لوگوں نے دیکھا کہ مولوی جان محمد دوڑ کر چکر کاٹ کر پہنچے اور گلے میں ہار ڈال دیا۔

تحریک خلافت کے سلسلے میں جب جمعیۃ علماءِ ہند کی طرف سے پانچ صد علماء کے دستخطوں سے عدم تعاون کا فتویٰ شائع ہوا تو آپ نے اپنی مسجد میں خود جمعہ پڑھایا اور اعلان کیا۔

فتح سمرنا کے موقع پر جبکہ مولانا محمد علی جوہر مرحوم نے جیل میں اپنی مشہور نظم کہی جس کا پہلا شعر ہے۔

سے عالم میں آج دھوم ہے فتح مبین کی
سن لی خدا نے تیدی گوشہ نشیں کی

تو ہوشیار پور میں بھی بڑا پُر رونق جلسہ و جلوس اور رات کو چراغاں ہوا تھا۔ والد مرحوم اس سب مسرت میں شامل رہے۔

خلافت کمیٹی ہوشیارپور کے صدر جناب شیخ جان محمد صاحب رئیس اعظم مرحوم وفات جون ۱۹۳۶ء کا اس فتح کے موقع پر چوک سراجاں کے برگد کے درخت کے اوپر خلافت کمیٹی کا جھنڈا نصب کرانا بالکل چشم تصور کے سامنے ہے۔ ان سب واقعات سے والد مرحوم کی طبیعت کا اندازہ خوب ہوتا ہے۔ ڈپٹی کمشنر نے بلا کر جواب طلبی کی تو فرمایا کہ میں خلافت کا خادم ہوں اور تحریک آزادیٔ وطن کا بھی ہمدرد اور تائید کنندہ ہوں اس جواب کے بعد حکام کی طرف سے کمیشن ملنے بند ہو گئے مگر پرواہ نہ کی واللہ خیرالرازقین

ہمارے زمانے میں بعض حضرات نے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کو صرف ذکر رسول تک ہی محدود کر لیا ہے۔ شیخ عمر بخش صاحب وکیل مرحوم کا جو لین مین کا آئینہ تھے ایسی ہی مجالس ذکر رسول کے موقع پر تقریر فرما کر

محبت کے ساتھ اطاعت کی اہمیت کو واضح فرمایا تھا۔

آپ کے چند بچے بچپن ہی میں انتقال فرما کر ذخیرۂ آخرت اور وسیلۂ شفاعت بن گئے تھے جن میں سے تین کو آپ یاد کیا کرتے تھے سلطان بیگم، عبدالاحد عبدالصمد۔ دو لڑکیاں حاکم بی بی اور محمودہ آپ کی حیات ہی میں صاحب اولاد ہو کر دار آخرت کو سدھاریں۔ حاکم بی بی کا نکاح مولوی محمد سعید عثمانی سے بندھا تھا۔ اور محمودہ حاجی فیض محمد کے نکاح میں آئی تھی۔ ان کی نسبی اولاد موجود حیات اور ذی عزت ہیں۔ وفات کے بعد صرف یہ کاتب الحروف ابھی تک ایسے حال میں اپنے عزیزوں میں موجود ہے کہ مجھکو اپنے دین و دنیاوی بزرگوں کے کمالات علمیہ اور عملیہ کے ساتھ کچھ بھی نسبت نہیں کہ ذرہ و آفتاب کا بھی نام لیا جا سکے۔ اللہ کریم اپنی مہربانی سے محض فضل و رحمت سے حسن خاتمہ نصیب فرماتے اور بخش دے۔ ویرحم اللہ عبدا قال آمینا

حضرت مولانا غلام حسین رح کی ایک ہی صاحبزادی سے سلسلہ اولاد جاری ہوا مسماۃ فاطمہ بیگم مرحومہ ان کا نکاح شیخ نور الٰہی صاحب ساکن روپڑ ضلع انبالہ سے ہوا تھا۔ شیخ صاحب موصوف کاروباری اور اپنے علاقے میں بڑے باوجاہت اور باحوصلہ تھے۔ ہوشیار پور کے مشہور بلوہ ہندو مسلم فساد میں جب جناب شیخ مہر علی صاحب رئیس اعظم مرحوم کو پھانسی اور ضبطی جائیداد کا حکم سنایا گیا تو اس موقع پر عدالت عالیہ میں اپیل کے تمام اہم مراحل طے جناب شیخ مہر علی صاحب کو بالکلیہ حق تعالیٰ نے رہائی نصیب فرمائی تھی وہ دن مسلمانوں کے لئے خاص مسرت کا تھا۔ اس مقدمہ کی عدالتی روئیداد میزان عدل کے نام سے طبع ہو کر شائع ہوئی تھی۔ جناب پھوپھی صاحبہ

فاطمہ مرحومہ کے ایک ہی صاحبزادہ تھا۔ جناب شیخ فتح الٰہی مرحوم ۱۹۱۸ء کی انفلوئنزہ کی مشہور وبائے عام میں انتقال فرمایا تھا۔ نہایت معاملہ فہم ذی وقار اور اپنے علاقے میں آنریری مجسٹریٹ تھے۔ بچپن کی یادوں میں ان کا تصور بڑا ہی حسین اور باوجاہت ہے۔ اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائے ان کی یادگار تین صاحبزادے اور چار صاحبزادیاں ہیں۔

شاگردانِ رشید حضرت مولانا غلام حسین رحمۃ اللہ علیہ کے حلقۂ درس سے بے شمار طلباء فارغ التحصیل ہو کر اور عالم بن کر نکلے اور علم ظاہر و باطن کی اشاعت سے منسلک ہوئے افسوس کہ مرورِ زمانہ بعد تقسیم ملک سے نہ وہ حضرات زندہ رہے کہ جن سے روایات کی تصدیق کی جا سکے اور نہ ہی کتب خانے کا ریکارڈ ہی محفوظ رہا کہ کچھ عرض کیا جا سکے۔ اپنی یادداشت میں فرزندانِ گرامی کے علاوہ چار حضرات کے نام محفوظ ہیں جن کے متعلق عرض ہے۔

۱۔ مولانا گل محمد صاحب رومی۔ والد صاحب ان کا ذکر فرمایا کرتے تھے۔ مگر سوائے نام کے کچھ ذہن میں محفوظ نہیں۔

۲۔ مولانا حکیم غلام رسول صاحب۔ آپ پنجاب کے بڑے ہی نامور طبیب ہوئے ہیں۔ تاریخ طب کا ہر طالب علم آپ سے واقف ہے۔ بہاولپور میں کچھ عرصہ طبیب رہے غالباً نواب صاحب کی طرف سے ہی تقرر تھا۔ اس زمانے میں بھائی محمد سعید صاحب مرحوم اپنے زمانۂ طالب علمی میں اپنی ہمشیرہ صاحبہ مرحومہ سے ملاقات کے لئے اپنے چچا زاد بھائی حافظ محبوب الٰہی صاحب مرحوم کے ہاں گئے ہوئے تھے۔ حافظ صاحب ریاست میں سرکاری ملازم تھے۔ مولوی محمد عثمانی فرماتے تھے کہ وہ جب کبھی بھی حکیم صاحب مرحوم سے خاندانی

تعلقات کی بنا پر ملاقات کے لئے حاضر ہوئے جناب حکیم صاحب کھڑے ہو کر ملتے اور سرہانے بٹھاتے اور دیر تک اپنے استاد مرحوم کی باتیں کرتے یہ اساتذہ کا ادب ہی ہے جس سے کہ علم میں ترقی ہوتی ہے اور مخلوق خدا نفع یاب ہوتی ہے

۳۔ جناب مولانا مولوی فتح دین صاحب مرحوم آپ کا قیام ہوشیار پور میں محلہ شیخ سند سے خان مرحوم میں تھا حضرت مولانا غلام حسین صاحبؒ کے بڑے شاگردوں میں سے تھے والد مرحوم نے بھی حضرت کے بعد اُن سے پڑھا تھا۔ اسلامیہ ہائی سکول ہوشیار پور میں مدرس عربی و دینیات تھے۔ میں نے بھی پانچویں جماعت میں اُن سے پڑھا ہے سورہ انا انزلنا کا زبانی یاد کرنا ان سے خوب اچھی طرح یاد ہے۔ والد صاحب کی معیت میں ان کے گھر پر جانا اور بعض دفعہ کھانے کی شرکت بھی خوب یاد ہے۔ جنازہ کی شرکت بھی نصیب ہوئی۔ انتقال کے بعد بجواڑے کی سڑک پر بہادر پور کے قبرستان میں مدفون ہوئے۔ ان کی اولاد بحمداللہ موجود ہے۔

۴۔ حضرت مولانا غلام محمد صاحب فاضل ہوشیارپوری ۔ آپ بڑے ہی ذکی اور ذہین عالم تھے۔ فاضل ہوشیار پوری کا لقب مولانا محمد حسین صاحب بٹالوی کی طرف سے ملا تھا (جو مشہور اہلحدیث عالم تھے) ان سے ایک مسئلہ پر تحریری گفتگو بھی ہوئی تھی (بروایت مولانا فضل حسین صاحب) عمر بھر دارالعلوم ندوۃ العلماء کے سفیر رہے۔ جس جلسے میں علامہ سید سلیمان ندوی کی دستار بندی ہوئی ہے اس کی صدارت بھی آپ ہی نے کی تھی۔ تربیت روحانی کے سلسلے میں حضرت مولانا فضل رحمٰن صاحب گنج مرادآبادیؒ اور ان کے خلیفہ مجاز حضرت مولانا محمد علی صاحب مونگیریؒ بانی ندوہ[۱] سے

---

[۱] ان ہر دو حضرات کے تذکرے مکمل صورت میں شائع ہو چکے ہیں جو اصحاب مطالعہ کیلئے قابل دید ہیں۔

استفادہ کیا تھا۔ اور علامہ شبلی مرحوم سے بھی بہت گہرے تعلقات تھے۔ ہوشیارپور کے قیام میں سنہری مسجد میں جمعہ پڑھاتے تحریک خلافت کے زمانے تک حیات تھے۔ میں نے بعض جلسوں میں ان کی شرکت دیکھی ہے۔ والد مرحوم سے ملاقات کے لئے بھی تشریف لایا کرتے تھے۔ جنازہ کی نماز کی شرکت بھی خوب یاد ہے۔ قبرستان شاہ کندن شاہ بخاری رح میں مدفون ہوئے۔ استاذی حضرت مولینا فضل حسین صاحب مرحوم نے ان سے پڑھا تھا وہ اکثر ان کا ذکر فرمایا کرتے تھے۔ مولوی فضل حسین صاحب مرحوم کا انتقال لائلپور آبادی عبداللہ گڑھ میں تقسیم ملک کے بعد جلدی ہی ہو گیا تھا۔ بڑے ہی فاضل عالم اور ذہین طبیب تھے۔

خاتمہ

الحمد للہ کہ آج یوم دوشنبہ ۲۷ رجب ۱۳۸۵ھ مطابق ۲۲ نومبر ۱۹۶۵ء قبل دوپہر دفتر مدرسہ اشاعت العلوم میں اس ذکر خیر کی تسویہ سے بندہ عاجز فارغ ہوا۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے حالات لکھنا گویا ایک قرض تھا جو اب تک ادا نہ ہوا تھا الحمد للہ کہ اب برائے نام ہی سہی ادائیگی سے اللہ کریم نے سبکدوشی فرمائی اللہ کریم اس کو میرے لئے اور قارئین کے لئے نافع فرمائیں فہم سلیم اور عمل صالح کی توفیق اور حسن خاتمہ نصیب فرما دیں

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُم بِإِيمَانٍ أَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَا أَلَتْنَاهُم مِّنْ عَمَلِهِم مِّن شَيْءٍ ط (سورۃ الطور پ۲۷)

والسلام

بندہ محمد عبدالسلام ہوشیارپوری ناظم مدرسہ اشاعت العلوم
جامع مسجد لائلپور

اتوار ۵ دسمبر ۱۹۶۵ء قبل دوپہر
۱۱ شعبان ۱۳۸۵ھ

صحت نامہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۲	۴	صدیق	صدق
۱۵	۱۸	لگاتے	کھاتے
۲۱	۱۹	امام الدین	حاجی امام الدین
۲۲	۲	صرف ہوتا	وقت صرف ہو
۲۸	۱۴	ناما	تاپا
۳۱	۱۸	خالی جگہ	سیج
	۲۱	آخر میں	لفظ سیج
۳۶	۱۹	نادیہ	غرق نادیہ
۳۷	۲۰	اٹھنے پڑھیں	کیمطابق بسر
۳۸	۲۰	قدمیان میں	ایک بیٹے ڈاک
۴۲	۳	محمد داؤد	ابو داؤد
۴۵	۷	دکھایا سے پہلے	دیبہ
۴۸	۶	ٹانڈہ	ہوشیارپور
۵۷	سطر آخر	آخر میں	بیہود
۵۹	۱۳	خالی جگہ	چوک
۶۰	۱۹	بعد اہم مراحل کے بعد عشا	جناب شیخ صاحب موصوف کی جدوجہد سے پہلے
۶۷	آخری سطر	محمد عثمانی	محمد سعید عثمانی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تذکرہ خیر و برکت

حضرت مولانا غلام حسین صاحب ہوشیارپوری

نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ

تاریخ وفات :- ذوالحجہ سنہ ۱۲۸۶ھ

مرتبہ

شیخ محمد عبد السلام صاحب ہوشیارپوری ناظم مدرسہ عربیہ اشاعت العلوم

جامع مسجد لائلپور

طابع ــــــ و ــــــ ناشر

شیخ احمد سعید

۳۳ A ماڈل ٹاؤن بہاولپور

قیمت فی جلد مع محصول ڈاک ۲ روپے ۵۰ پیسے

عزیز المطابع بہاولپور